ماہنامہ قندیل ادب انٹرنیشنل لندن

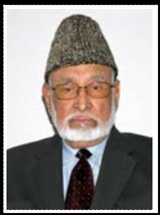

شمارہ:58 ماہ/اکتوبر
www.qindeel-e-adub.com
(M) 0044-7886-304637

بانی رُکن-خان بشیر احمد رفیق مرحوم
چیف ایڈیٹر-رانا عبدالرزاق خان

مجلس ادارت

زکریا ورک،امجد مرزا امجد،ایم اے حق بھارت،

خواجہ عبدالمومن ناروے،آصف علی پرویز

بانی رُکن : خان بشیر احمد رفیق مرحوم

مدیر : رانا عبدالرزاق خاں

معاون مدیر : سید حسن خان

مدیر خصوصی : سہیل لون

مینجنگ ڈائریکٹر : عاصی صحرائی

فوٹوگرافی : قاضی عبدالرشید،فضل عمر ڈوگر

آڈیو وڈیو : محمد اشرف خاکی

اراکین مشاورتی بورڈ

آدم چغتائی،منور احمد کنڈے،رضیہ اسمٰعیل برمنگھم،

رندملک کنیڈا،اسلم ناصر آسٹریلیا،اے حق یو کے ٹائمز،

ثقلین مبارک آسٹریلیا،رانا مبارک احمد بحرین،

بشیر احمد خان سویڈن،راجہ منیر احمد،

ڈاکٹر منصور خوشتر بھارت،منور احمد خورشید۔

التماس

ہم سب دوستوں سے التماس کرتے ہیں کہ اپنے ادبی فن پارے،غزل،نظم،افسانہ،مشاعرے کی روئیداد وغیرہ جو بھی اِن پیج میں ارسال کیا جائے گا۔بلاتفریق اسے معیار کے مطابق شائع کیا جائے گا۔جو دوست بھیجتے ہیں اُن کی قدر کی جاتی ہے۔قندیل ادب اکثر ممالک میں لاکھوں قارئین تک جاتا ہے۔اور ویب سائٹ سے بھی پڑھا جاتا ہے۔اگر آپ کے پاس ادبی فن پارے کوئی نہیں تو اپنے ریمارکس ہی ارسال کردیا کریں تاکہ ہم اپنا محاسبہ کرتے رہا کریں۔شکریہ

رانا عبدالرزاق خاں

فہرست مضامین

آپ کے خطوط۔		3
اداریہ۔برما کے(روہنگیا)مسلمان	اے آر خان	4
غزلیات: محسن نقوی۔قتیل شفائی۔جمیل الرحمٰن ۔ ناصر احمد سیّد۔اطہر حفیظ فراز۔ سلیم انصاری۔امجد مرزا امجد۔شائق نصیر پوری۔انعیم جوگی۔ اختر سعید خان۔ اصغر علی بھٹی۔ مصلح الدین راجیکی۔شفیق مراد۔طاہر بٹ امریکہ۔قاضی اعجاز احمد محور۔ عاصی صحرائی۔آدم چغتائی۔فضل الرحمان۔چودھری مسعود احمد۔عرشی ملک۔ پروین شاکر۔مشتاق دربھنگوی۔		5-12
ماں اور ابا ہمیشہ زندہ رہوتے ہیں	ثقلین مبارک	12
لندن میں شعری نشست	عاصی صحرائی	14
محترم مولانا بشیر احمد رفیق خان صاحب	رانا عبدالرزاق خان	15
امام بشیر احمد خان رفیق صاحب کی خوشگوار یادیں	انجینئر محمود مجیب اصغر	16
کیا سب ناکامیوں اور بے ایمانیوں کی ذمہ دار	اے آر خان لندن	18
طارق بن زیاد کی فتح اور جبل طارق	عتیق احمد	19
ہم سب مفتی ہیں	جاوید چوہدری	20
ن م راشد ایک عظیم مترجم،ادیب وشاعر	ابن لطیف	22
مختلف حوالوں سے دستیاب شریف خاندان کی دولت اور اثاثوں کی تفصیل اخبارات سے	ادارہ	23
بہترین آپشن ۔	جل خوشاب	24
اسلامی جمہوریہ چین زیرو پوائنٹ	جاوید چودھری	25
قائداعظم کا 11اگست 1947 کا خطاب	ندیم احمد فرخ	27
کبوتر کے متعلق دلچسپ معلومات	پروفیسر عبدالقدیر کوکب	29
اصلاح نفس کے چار اصول ہیں	مولانا منور احمد خورشید	30
شادی شدہ لوگ ضرور پڑھیں؟	عاصی صحرائی	31
انسان کا سب سے پہلا اُستاد کون ہے؟	سید حسن خان	31
فٹنس اور جوانی پانے کے 9 راز	(ادارہ)	32
اپنی بیوی کے بارے میں تاثرات جاننے کا آسان طریق		34
شکرگزار بندے بنیے	رانا عبدالوحید خان	35
انشاءاللہ ایسا جلد ہوگا۔خواب	ادارہ	35
وحشی لوگ معصوم لڑکیاں	ادارہ	37
اختر شیرانی۔رومانیت کو نئے معنی دینے والا شاعر	عبدالحفیظ ظفر	39
ورزش کے پانچ حیران کن فوائد۔رابرٹ ڈیوس	رضوان عطاء	41

***

آپ کے خطوط

محترم کولمبس خان صاحب مہدی آباد ہمبرگ جرمنی سے رقم طراز ہیں

محترم رانا صاحب السلام علیکم

آپ کی طرف سے تازہ ترین قندیل ادب آج موصول ہوا۔ جزاکم اللہ۔ حسبِ معمول خوبصورت اور رنگا رنگ مضامین سے اور شعراء کے کلام سے مزین ہے۔ **اللھم زدفزد**۔ مکرم اصغر علی بھٹی کے مضمون میں صفحہ ۱۴ پر ایک فقرہ درج ہے۔ ''وقت کے حسین کے لئے قاضی عبدالشریح کیا کیا فیصلے کرتے ہیں۔'' مکرم اصغر علی بھٹی صاحب سے معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ شریح اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے خاکسار کے علم میں ابھی تک تلاش کے باوجود تو نہیں آیا۔ لہٰذا عبدالشریح ممکن نہیں۔ اُس دور کے لوگ اپنے روّیوں کے لحاظ سے جس قدر بھی اسلامی قدروں سے دور ہوتے ہونگے لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے کو یقیناً کسی طرح بھی درست نہیں سمجھتے تھے۔ خاکسار کے نزدیک صرف قاضی شریح درست نام ہے۔

۲۔ چودھری مسعود احمد جرمنی سے لکھتے ہیں۔

محترم رانا عبدالرزاق خان مدیر قندیل ادب انٹرنیشنل لندن۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا میگزین دن بدن مقبول ہو رہا ہے۔ آپ کی زیبائش کے علاوہ اس میں ادب کی ترویج کا جو کام آپ اور آپ کے رفیق کار بے لوث سرانجام دے رہے ہیں یہ قابل ستائش ہے۔ اس دور نفسا نفسی میں یہ ایک نعمت سے کم نہیں۔ پھر بلا تفریق مذہب و ملت فراخ دلی سے اردو زبان کی خدمت قابل رشک ہے۔ دیارِ غیر میں یہ مسلسل کاوش باعث حیرت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو مکمل حفظ و امان میں رکھے۔ آمین۔

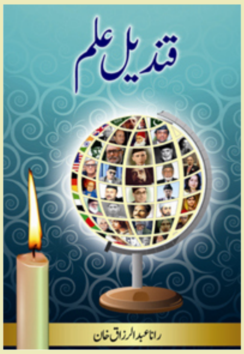

خوشخبری

قارئین قندیل ادب انٹرنیشنل کی خدمت میں گزارش ہے کہ خاکسار کی کتاب 'قندیل علم' ماہ جولائی ۲۰۱۷ میں شائع ہوئی تھی۔ جس میں علمی، سیاسی، ادبی بہت ہی اعلیٰ پیمانے کے دلچسپ مضامین ہیں۔ اس کتاب کا اسٹاک اب ختم ہو چکا ہے۔ قارئین کے استفادہ کیلئے اسے قندیل ادب انٹرنیشنل کی ویب سائٹ پر Upload کر دیا گیا ہے۔ کتاب ہذا 506 صفحات پر مشتمل ہے۔ نیچے دی گئی ویب سائٹ پر کلک کریں۔

www.qindeel-e-adub.com

(رانا عبد الرزاق خان)

صادق باجوہ۔ شہدا کے لئے

درِ ظلم و ستم پھر وا ہوا ہے
مرے مولا! یہ کیسا اِبتلا ہے
شہیدوں کو بھی کیا رُتبہ ملا ہے
درِ جنت بھی جن پر کھلا ہے
شہادت کی خبر جب بھی سُنی ہے
ہوا احساس زندہ کربلا ہے
بھری ہے نفرتوں کی آگ دل میں
ارے ظالم! یہ کیا تجھ کو ہوا ہے
ہے معصوموں کو بھی قاتل بنایا
یہ کیسا زہر رگ رگ میں بھرا ہے
خدا کے نام پر ہر قتل جائز؟
یہی کیا اُسوہ خیر الوریٰ ہے
خیالی جنتوں میں بسنے والو!
جہنم ہی تمہاری اک جزا ہے
مجھے اپنے شہیدوں کی قسم ہے
فنا سمجھے تھے جس کو وہ بقا ہے

برما کے (روہنگیا) مسلمان

اے آر خان لندن

میں حیران ہوں اور انگشتِ بدنداں ہوں کہ روہنگیا کے مسلمانوں کا کوئی وارث نہیں ۔اُن پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، ان کو زندہ جلایا جا رہا ہے، بے سروسامانی کی حالت میں وہ بھوک سے مر رہے ہیں، کچھ کشتیوں بیٹھ کر سمندر کی نذر ہو گئے، کچھ جلا دیئے گئے کچھ قتل کر دیئے گئے ۔سینکڑوں کی خون ریزی ہوئی۔ آب رو بھی لُٹ گئی ۔ماؤں کے سامنے ان کے بچوں کا قتل ظلم عظیم ہے ۔اور کسی کی آنکھ سے آنسو نہیں ٹپکا۔ کہاں ہیں وہ اُمتِ مسلمہ کے جعلی ہمدرد، اقتدار کی ہوس میں لت پت ، باغیرت مسلمان، رحمۃ للعلمین کی محبت کے دعویٰ دار، جبہ پوش، دوبئی کو جنت بنانے والے، سعودیہ کو جنت الفردوس بنانے والے، ایک ہی رات میں کروڑوں ڈالر اور چار چار بیویاں ہارنے والے عرب شہزادے، پاکستان کے علمائے سُو جو ایک ایک دہشت گرد کو لاکھوں روپوں سے نوازتے ہیں ۔مدرسوں کے لئے یورپ سے امداد لینے والے، زرداری اور شریف ڈاکو، بنگال ڈھاکہ مسلمان جو اپنے آپ کو اوّل درجہ کے مسلمان کہتے ہیں ۔ایک چھوٹا سا ملک انسانیت کی تذلیل میں سرگرم ہے ۔اور یہ شکست خوردہ اُمت جو ہر وقت تلور کے شکار میں مگن رہتی ہے ، یا مغرب کے جوئے خانوں کی رسیا ہے ۔یا اپنے مخالف کلمہ گو یمنی باغیوں کے قتل کے لئے تیار رہتی ہے ۔اور امریکہ سے اربوں ڈالر کا اسلحہ لیتی ہے انکی غیرت کہاں گئی ۔یہ مکفرین جو مغرب کو کافر کہتے نہیں تھکتے ، وہ سب کافر تنظیمیں برما میں مسلمانوں میں سرگرم ہیں اور ترکی کے علاوہ یہ سب نام نہاد مسلمانی کے مدعی سب وہاں دیر سے پہنچے ۔نہ انہوں نے اپنے سفراء واپس بلائے ، نہ حکومت برما سے بات کی ، اور نہ ہی یو این او کا رُخ کیا۔ جس طرح فلسطین، کشمیر، فلپائن کے مسلمانوں کو تنِ تنہا چھوڑا ہوا ہے ۔اسی طرح روہنگیا کے مسلمانوں کا حال ہو گا ۔اُمت مسلمہ خوابِ غفلت میں خوابیدہ ہے ۔فرنگی کے غلام ہیں عرب ممالک کے یہ کمین ہیں جب تک کوئی یورپی ، یا عربی ملک آواز نہیں اُٹھائے گا یہ سب درباریوں کی طرح کھڑے رہیں گے ۔اب دور وہ نہیں کہ محمد بن قاسم ایک لڑکی کی فریاد پر سندھ پر حملہ کر دے گا ۔اور نہ ہی عدل فاروقی کا دور ہے کہ فرات کے کنارے پر اگر کوئی کتا بھی پیاسا مر جائے تو مسلمان حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کا خیال رکھیں ۔اب یہ وہ مسلمان نہیں ۔

ے یہ مسلماں ہیں کہ جنکو دیکھ کر شرمائیں یہود

نہ او آئی سی کا اجلاس ہوا، نہ برما پر کوئی دباؤ ڈالا گیا، نہ ان روہنگیا مسلمانوں کا کوئی مستقل حل نکالا گیا، اس بے حسی نے ساری اُمت مسلمہ کا بھرم کھول دیا ہے ۔ان سب حکمرانوں کو بس اقتدار کی کرسی سے پیار ہے ، اپنے آقا سے محبت ہے ۔انسانیت جل جائے ، مر جائے ، سسک سسک کر مرے ۔انکا پیٹ تو بھرا ہوا ہے ۔ان سب حکمرانوں کو اس مسئلے کا مستقل حل تلاش کرنا چاہیئے ۔چین کو اعتماد میں لے کر برما سے بامقصد بات کرنی چاہیئے ۔ان سب مظلوموں کو برما کی شہریت لے کر دینی چاہیئے ۔انسانیت کا یہی تقاضا ہے ۔ بھارت تو پہلے ہی منافق ہے مسلمانوں پر ہندو کو ترجیح دیتا ہے ۔مودی خود دہشت گرد ہے ۔مسلم حکومتوں کو درد دِل سے اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے ۔

غزلیات

محسن نقوی

اے ٹھٹھرتی ہوئی صبح کے دہکتے سورج
تجھ کو معلوم ہے اس صبح کی خاطر ہم نے
کتنی سفاک سیہ فام شبوں کی سختی
اپنے دُکھتے ہوئے احساس میں شامل کر لی
کتنی پگھلی ہوئی شاموں کی جگر سوز تھکن
اپنے دامن میں سمیٹی کبھی دل میں بھر لی
تجھ کو معلوم ہے اس صبح کی خاطر ہم نے
قتل گاہوں کو سجایا ، کبھی زندانوں کو
تختہ دار کو بخشا کبھی اُمید کا چاند
ہم نے اشکوں سے منور کیا تہہ خانوں کو
شاہراہوں میں کبھی اپنے سلاسل ٹوٹے
ہم نے قدموں پہ گرایا کبھی ایوانوں کو
تجھ کو معلوم ہے اس صبح کی خاطر ہم نے
کتنی راتوں کو ستاروں کا لہو بخشا ہے
بانجھ ہوتی ہوئی دھرتی کے ہر اک ذرّے کو
اپنی شہ رَگ کی طرح ذوق نمو بخشا ہے
اے دہکتے ہوئے سورج یہ گواہی لکھ لے
دل کو زخموں سے بہلنے کی بھی خو آتی ہے
یہ گواہی کو سر مقتل جاں اپنی انا
سر بکف ،زہر بہ لب ،شعلہ بہ رَو آتی ہے
آج بھی عہد گزشتہ کی ہر اک یاد کے ساتھ
سانس لیتے ہیں تو بارُود کی بو آتی ہے
اے ٹھٹھرتی ہوئی صبح کے دہکتے سورج

نقش کچھ ثبت سرِ لوحِ زماں آج بھی ہیں
کتنے کانٹوں سے اَٹی ہے رہ احساس مگر
قافلے شوق کے منزل کو رواں آج بھی ہیں
ہانپتا ظلم ضعیفی کی حدوں تک پہنچا
اپنے جذبے ہیں کہ سینے میں جواں آج بھی ہیں
لب پہ اِک حرف دعا ہے کہ رہے تیری عمر دراز
جسم پر ناچتے کوڑوں کے نشان آج بھی ہیں

قتیل شفائی

قتیل شفائی نے لگتا ہے اس سوئی ہوئی قوم کے لئے لکھا تھا

وعدہ حور پہ بہلائے ہوئے لوگ ہیں ہم
خاک بولیں گے کہ دفنائے ہوئے لوگ ہیں ہم
یوں ہر ایک ظلم پہ دم سادھے کھڑے ہیں
جیسے دیوار میں چنوائے ہوئے لوگ ہیں ہم
اس کی ہر بات پہ لبیک بھلا کیوں نہ کہیں
زر کی جھنکار پہ بلوائے ہوئے لوگ ہیں ہم
جس کا جی چاہےوہ اُنگلی پہ نچا لیتا ہے
جیسے بازار سے منگوائے ہوئے لوگ ہیں ہم
ہنسی آئے بھی تو ہنستے ہوئے ڈر لگتا ہے
زندگی یوں تیرے زخمائے ہوئے لوگ ہیں ہم
آسمان اپنا، زمیں اپنی، نہ سانس اپنی تو پھر
جانے کس بات پہ اِترائے ہوئے لوگ ہیں ہم
جس طرح چاہے بنا لے ہمیں وقت قتیلؔ
درد کی آنچ پہ پگھلائے ہوئے لوگ ہیں ہم

جمیل الرحمان

سوا میرے یہ ہمت کون کرتا
سرِ ظلمت نبوت کون کرتا
زمیں پر ہر طرف گدھ اُڑ رہے تھے
بنی آدم کو رُخصت کون کرتا
یہاں سب نے سبھی کو ردّ کیا ہے
کسی انساں کی عزت کون کرتا
کسی نے زر کسی نے سر بچایا
حلیفوں سے بغاوت کون کرتا
سبھی پیاسے تھے خوں کے،خون کم تھا
تو ایسے میں محبت کون کرتا
مجھے بیچا مرے پطرس نے آخر
مرے غم کی نیابت کون کرتا
جمیلؔ آنکھیں جہاں ڈھونڈلا چکی تھیں
ستاروں سے روایت کون کرتا

ناصر احمد سیّد

ہماری دھڑکنیں پرواز پر ہیں
تمہاری اُنگلیاں کس ساز پر ہیں
بیاں اس کشف کو کیسے کروں میں
بہت سی بندشیں الفاظ پر ہیں
تماشے سے اُٹھا لی ہیں نگاہیں
نگاہیں اب تماشہ ساز پر ہیں

نہیں بجھتے چراغ اُس آدمی کے
ہوائیں دم بخود اس راز پر ہیں
قیامت خیز رفتاریں ہیں اُس کی
قدم ہر پل کسی اعجاز پر ہیں
شہادت دے رہا ہے ہر نیا دن
یہ دل لبیک اِک آواز پر ہیں

اطہر حفیظ فراز

گل و گلاب کی دنیا مری نگاہ میں ہے
زہے نصیب کہ آخر تری پناہ میں ہے
کبھی میں حور کو سوچوں کبھی میں سوچوں سجن
ابھی تلک یہ نتیجہ بھی اشتباہ میں ہے
مجھے فراق کے لمحوں میں چین دیتا ہے
جمال یار کا نقشہ مری نگاہ میں ہے
میں سبز رنگ کا بچپن سے ہی پجاری ہوں
نہ ہی سفید میں جدت نہ ہی سیاہ میں ہے
مرے وجود کو ٹکڑوں میں توڑ ڈالا ہے
میں کیا کہوں جو قیامت دل تباہ میں ہے
کسی طرح سے ہی بجھتی نہیں ہے تشنہ لبی
مجھے وہ جام پلا دے جو بارگاہ میں ہے
مجھے تو مرضی مولا کی ہر گھڑی ہے تلاش
مزے کی بات نہ پوچھو!! مزہ گناہ میں ہے
مرے دماغ نے منزل کو پا لیا ہے فراز!!
مگر یہ دل ہے جو میرا یہ اب بھی راہ میں ہے

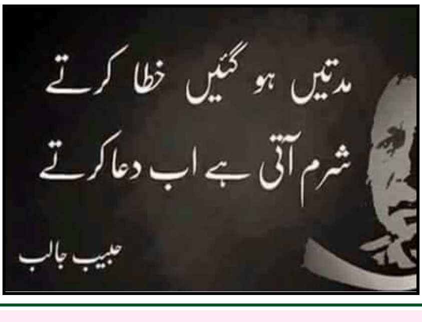

سلیم انصاری

مری انا کا اثاثہ ضرور خاک ہوا
مگر خوشی ہے کہ تیرے حضور خاک ہوا
مجھے بدن کے بکھرنے کا غم نہیں لیکن
ملال یہ ہے دلِ ناصبور خاک ہوا
میں اپنی خاک سے روشن ہوا جو صورتِ مشک
تمام موسمِ گل کا غرور خاک ہوا
بچھڑ کے تجھ سے یہ کم تو نہیں زیاں میرا
ہر ایک منظرِ نزدیک و دور خاک ہوا
میں حرف حرف تو روشن کیا گیا لیکن
لکھا ہوا تھا جو بین السطور خاک ہوا
یہ کیسا قحط مرے ذہن و دل پہ آیا ہے
سلیمؔ میری غزل کا شعور خاک ہوا

امجد مرزا امجد

اُس نے کیا سمجھا مجھے اور میں نے کیا سمجھا نہیں
کیا عجب ہے وہ محبت کی ادا سمجھا نہیں
تان کر سینہ عبادت کے لئے وہ کھڑا
بندگی کیسی ہے اُس کی اے خدا سمجھا نہیں
جب بھی دی اُس کو دعا اُس کی بھلائی کے لئے
جان کر اُس کو دغا، حرف دعا سمجھا نہیں
گفتگو میری شگفتہ مسکرایا ہر رفیق
دل مرا کتنا شکستہ ہے رہا سمجھا نہیں
عشق میں اُس کی تو ساری گفتگو ہے بے محل
وہ تغافل کو بھی جب اپنی خطا سمجھا نہیں
مر رہے ہیں لوگ امجدؔ دن بدن کیوں شہر میں
زہر آلود مسیحا کی دوا سمجھا نہیں

غزل - طنز و مزاح

''آپ کی نظروں نے سمجھا پیار کے قابل مجھے''
ورنہ اکثر لڑکیاں تو کہتی ہیں پاگل مجھے
غور فرمائیں، مرے حسنِ نظر کی داد دیں
ہونٹ پر مکھی تھی اس کے، جو دکھا تھا تل مجھے
جیب میں سگریٹ کے پیسے تک نہیں حالت ہے یہ
اور وہ کہتی ہے ''کے ایف سی'' میں آ کے مل مجھے
''مار ڈالا تم نے مجھ کو'' دس دفعہ اس نے کہا
مفت میں ظالم کی بچی کہہ گئی قاتل مجھے
دل لگایا جس سے بھی غربت زدہ نکلی وہی
''فارنر'' اک مل گئی تو مل گئی منزل مجھے
دل تو کرتا ہے کہ میک اپ نوچ لوں بیگم کا میں
جب تھما دیتی ہے ہنس کر، پارلر کا بل مجھے
زندگی بھر پیار کی راہیں مقدر بن گئیں
دوڑ پڑتا ہوں پکارے جب نئی منزل مجھے
اک ادا سے وہ ''بجا'' رکھتی ہے مجھ کو ہر گھڑی
وہ سمجھ بیٹھی ہے شاید پیر کی پائل مجھے

شائق نصیر پوری

ایسا حسن و جمال دے مجھ کو
وہ جو روشن خیال دے مجھ کو
ہر نئے سال پر یہ کہتا ہوں
ایک نیا اور سال دے مجھ کو
تیرے در کا فقط سوالی ہوں
دیکھ ایسے نہ ٹال دے مجھ کو
تجھ سے طالب ہوں اپنی بخشش کا
میں نہیں کہتا مال دے مجھ کو

خواب میں اس کو دیکھ لوں شائق
صرف اتنی مجال دے مجھ کو

نعیم جوگی

ملک میرے وچ روگ بیماری
اک پلسیا، دوجا پٹواری
کدی دونویں رَل کے لُٹن
کدی دونویں وارو واری
غریب دے منہ دی بُرکی کھو کے
آکھن اے لگے بہت پیاری
غریب دی پگڑی، غریب دی داڑھی
ایناں دے رحم کرم تے وچاری
ضمیروں باجھ سریر ایناں دے
شرم حیا گئی مار اڈاری
کتاب قانونی بال کے سیکن
آکھن چلے حکم سرداری
لکڑ کڑاھیاں مجرم نوں
جے آ جاوے فون مزاری
لبھ دے نئیں غریب دے مرلے
جے آ جاوے گوانڈ لغاری
عبرت دیاں بن جان نظیراں
جے پے جاوے وس زرداری
چور لٹیرے پھرے دار
نہ چادر نہ چار دیواری
لوہاراں ہتھ چڑھی صرافی
سوں رب دی نری خواری
سوہنی کوک دی مر گئی نعیمؔ
کچا گھڑا جے چوہدر ساری

اختر سعید خان

دیدنی ہے زخم۔ دل اور آپ سے پردہ بھی کیا
اک ذرا نزدیک آ کر دیکھئے، ایسا بھی کیا
ہم بھی نا واقف نہیں آدابِ محفل سے مگر
چیخ اُٹھیں خاموشیاں تک،ایسا سناٹا بھی کیا
خود ہمیں جب دستِ قاتل کو دعا دیتے رہے
پھر کوئی اپنی ستم گری پہ شرماتا بھی کیا
جتنے آئینے تھے سب ٹوٹے ہوئے تھے سامنے
شیشہ گر! باتوں سے اپنی ہم کو بہلاتا بھی کیا
ہم نے ساری زندگی اک آرزو میں کاٹ دی
فرض کیجئے کچھ نہیں کھویا، مگر پایا بھی کیا
بے محابا تجھ سے اکثر سامنا ہوتا رہا
زندگی تو نے مجھے دیکھا نہ ہو ایسا بھی کیا
بے طلب اک جستجو سی، بے سبب اک انتظار
عمرِ بے پایاں کا اتنا مختصر قصہ بھی کیا
غیر سے بھی جب ملا اخترؔ تو ہنس کر ہی ملا
آدمی اچھا ہو لیکن اس قدر اچھا بھی کیا

اُداس عیدیں
اصغر علی بھٹی

میں اُن کو کیسے کہوں مبارک
وہ جن کے نورِ نظر گئے ہیں
وہ مائیں جن کے جگر کے ٹکڑے
گلوں کی صورت بکھر گئے ہیں
وہ جن کی دکھ سے بھری دعائیں
فلک پہ ہلچل مچا رہی ہیں
میرے ہی دیں کی بہت سی نسلیں
اداس عیدیں منا رہی ہیں
وہ بچے عیدی کہاں سے لیں گے؟
تباہ گھر میں جو پل رہے ہیں
وہ جن کی مائیں ہیں نذرِ آتش
وہ جن کے آباء جل رہے ہیں
وہ جن کی ننھی سی پیاری آنکھیں
ہزاروں آنسو بہا رہی ہیں
میرے ہی دِیں کی بہت سی نسلیں
اداس عیدیں منا رہی ہیں
بتاؤ اُن کو میں عمدہ تحفہ
کہاں سے کر کے تلاش بھیجوں؟
بہن کو بھائی کی نعش بھیجوں
یا ماں کو بیٹے کی لاش بھیجوں؟
جہاں پہ قومیں بہت سے تحفے
بموں کی صورت میں پا رہی ہیں
میرے ہی دِیں کی بہت سی نسلیں
اداس عیدیں منا رہی ہیں
وہاں سجانے کو کیا ہے باقی؟
جہاں پہ آنسو سجے ہوئے ہیں
جہاں کی مہندی ہے سرخ خوں کی
جنازے ہر سُو سجے ہوئے ہیں
جہاں پہ بہنیں شہیدِ حق پر
ردائے ابیض سجا رہی ہیں
میرے ہی دِیں کی بہت سی نسلیں
اداس عیدیں منا رہی ہیں
عید قرباں کی خوشبو میں
برما شام فلسطین کشمیر
اور دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کو
اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھنا

مصلح الدین راجیکی
مرسلہ کولمبس خان

لاتقنَطُو ! زندگی اختلاط ما و تُو
یہ جہاں ہنگامہ ہائے ہاؤ ہُو
تُو سراپا لُطف و احسان و کرم
میں سراپا ذوق و شوق و آرزو
ہوگئیں اس کی دعائیں مستجاب
چشمِ گریاں سے کیا جس نے وضو
چار سُو جلوہ نما ہے داستاں
دل اگر سجدہ کناں ہے قبلہ رُو
نفس دوں کا بُت اگر ٹوٹا نہیں
غزنویّت ہے فریب ما و تو

شفیق مراد

عشق میں تاک ہوگیا یارو
کتنا بے باک ہوگیا یارو
نہ ہنسا کھل کے نہ رویا ہے
کتنا چالاک ہوگیا یارو
آسماں جب زمین پر اُترا
خاک در خاک ہوگیا یارو
وہ ملا تو ہر اک لمحہ مرا
درد سے پاک ہو گیا یارو
خود کو خود سے چھپا لیا میں نے
اپنی پوشاک ہوگیا یارو
تھا مسرت کا ایک لمحہ مراد
وہ بھی غم ناک ہوگیا یارو

قاضی اعجاز احمد محور

جو دل میں ہے میرے مجھے کہنے نہیں دیتا
سنتا بھی نہیں چُپ رہنے بھی نہیں دیتا
بھر دیتا ہے آنکھوں میں وہ نمکین سمندر
پھر بوند بھی پلکوں سے وہ بہنے نہیں دیتا
بن جاتا ہے ہمدرد بھی وہ حد سے زیادہ
سانسوں کی اذیت وہ سہنے نہیں دیتا
ملنے نہیں دیتا وہ احباب سے میرے
گھر پر بھی اکیلا مجھے رہنے نہیں دیتا
اک چاند وہ بن جاتا ہے میرے لئے ہر شب
پھر چاند بھی خود کو مجھے کہنے نہیں دیتا
محوؔر مجھے کہتا ہے میں زندہ ہوں تجھی سے
حیرت ہے کہ زندہ مجھے رہنے نہیں دیتا

طاہر بٹ امریکہ

دھوپ میں رہنے دو مجھ کو مجھ پہ سایا نہ کرو
آگ میرے دل میں ہے اس کو بُجھایا نہ کرو
جُرمِ اُلفت سے بھلا انکار کب میں نے کیا
یاد تو آؤ مگر اتنا ستایا نہ کرو
ہم بھی دل سینے میں اور منہ میں زبان رکھتے ہیں
سُن اپنی کہہ کر تم ہمیشہ اُٹھ کے جایا نہ کرو
جو بھی اُس نے کہہ دیا، سو کہہ دیا، وہ سُن لیا
دل میں چاہت ہے، شکایت لب پہ لایا نہ کرو
گھر پلٹ آتے ہو طاہرؔ پھر نکل جاتے ہو تم
پیار ہے تو اُس گلی سے اُٹھ کے آیا نہ کرو

عاصی صحرائی

کیا کیا غم زمانے تو نے نہیں دیا
سانسوں کو آزمانے تو نے نہیں دیا
ملتی ہے جس در سے بھیک خیر کی
اُس در پہ جانے تو نے نہیں دیا
دل میں چھپی تھی اک داستانِ درد
قصہ وہی سنانے تو نے نہیں دیا
میں عید کی تلاش میں کو بکو پھرا
لمحات کو ہنسانے تو نے نہیں دیا
لب پہ شکائتیں بیٹھا تھا مرے پاس
عاصیؔ کہا جب الوداع جانے نہیں دیا

آدم چغتائی
وطن کا ترانہ

اے ارضِ وطن تجھ سے مرا پیار پرانا
الفاظ نئے لایا ہوں اظہار پرانا
گلزار نظر آتے ہیں یہ دشت یہ کہسار
چمکے ہیں شبِ تار میں اُمید کے آثار
طیور کے لب پر تیری عظمت کا ترانا
اے ارضِ وطن تجھ سے مرا پیار پرانا
تو قرمزی جھیلوں کا شفق رنگِ وطن ہے
نوخیز اُجالوں کا بھی گل رنگِ چمن ہے
پھولوں کے اُجالوں سے ترا رنگ سہانا
اے ارضِ وطن تجھ سے مرا پیار پرانا
تھے بامِ سیاست پہ نحوست کے جو سائے
ملّت کی جبیں پر یہ کہاں سے اُتر آئے
تاریکیٔ ماحول کو اب جلد مٹانا
اے ارضِ وطن تجھ سے مرا پیار پرانا

اب ملّتِ بیضا پہ عجب آیا زمانہ
گلشن کے اُجڑنے کا ہے پُر درد فسانہ
اے میرے خدا قوم کو ذلّت سے بچانا
اے ارضِ وطن تجھ سے مرا پیار پرانا
چھائی ہیں مرے ملک پہ یہ کیسی فضائیں
ماں بہنوں پہ لازم ہوا میدان میں آئیں
اے بیٹیو! تم حرمتِ ملّت کو بچانا
اے ارضِ وطن تجھ سے مرا پیار پرانا
چھٹ جائیں گے اک روز مظالم کے اندھیرے
لہرائیں گے ہر آنکھ میں گل رنگ سویرے
آدم کے لبوں پر ہر آن دعا ہے
کر پار سفینہ مرا طوفان میں گھرا ہے
مولا اسے رحمت سے کنارے پہ لگانا ہے

فضل الرحمان

برما کے مسلمانوں کی حالتِ زار

مرے خُدا میری آہوں میں رکھ اثر کوئی
کہ خاک و خوں میں تڑپتا ہے پھر بشر کوئی
عجیب شان سے بھڑکی ہے نار بولہبی
نہ جسم و جان سلامت رہے نہ گھر کوئی
زمین ہو یا فضا پنجۂ ہوس میں ہے
نہ کوئی خوف مکافات کا نہ ڈر کوئی
فساد خلق خُدا شورش انا سے اُٹھا
کہ جس کی زد سے بچا ہے نہ بحر و بر کوئی
وہ دن کو درد کے صحرا میں ناچتی وحشت
اندھیری رات میں جلتا ہُوا نگر کوئی
پڑے ہوئے کہیں گلیوں میں بے کفن لاشے
کہیں پہ موت سے لڑتا لہو میں تر کوئی
یہ دور آیا ہے نمرود کی خُدائی میں
جلی وہ آگ کہ ڈرنے لگا ہے ہر کوئی
غرور سطوت شاہی ہے کج کلاہوں کو
حدود وقت میں آیا ہے بے خبر کوئی
کہاں پہ جا کے کرے کوئی درد کی فریاد
بجز خدا کوئی والی نہ چارہ گر کوئی

چودھری مسعود احمد

مُسکرانے سے سویرا ہوگا

اُن کے آنے سے سویرا ہوگا
ظلم اور جبر کو دل سے اپنے
بھول جانے سے سویرا ہوگا
دے مُغنی تو لبوں کو جنبش
گنگنانے سے سویرا ہوگا
اے شبِ ہجراں کے مہماں ترے
لوٹ آنے سے سویرا ہوگا
تری اِن پیار بھری آنکھوں کے
جگمگانے سے سویرا ہوگا
رُوٹھے رہنے سے بھلا کیا حاصل
مان جانے سے سویرا ہوگا
اپنے عارض کی لوئیں روشن کر
تلملانے سے سویرا ہوگا
سچ تو یہ ہے کہ غموں کا موسم
بیت جانے سے سویرا ہوگا
لوٹ آ دل کے نگر میں مسعوؔد
اس بہانے سے سویرا ہوگا

ابلیس کا اعتراف

(سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں)

تو نے جس وقت یہ انسان بنایا یا رب
اُس گھڑی مجھ کو تو اِک آنکھ نہ بھایا یارب
اس لیے میں نے، سر اپنا نہ جھکایا یارب
لیکن اب پلٹ ہی کچھ ایسی ہی کایا یا رب
عقل مندی ہے اسی میں کہ میں توبہ کر لوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!

ابتداً تھی بہت نرم طبیعت اس کی
قلب و جاں پاک تھے، شفاف تھی طینت اس کی
پھر بتدریج بدلنے لگی خصلت اس کی
اب تو خود مجھ پہ مسلط ہے شرارت اس کی
اس سے پہلے کہ میں اپنا ہی تماشا کر لوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!

بھر دیا تو نے بھلا کون سا فتنہ اس میں
پکتا رہتا ہے ہمیشہ کوئی لاوا اس میں
اِک اِک سانس ہے اب صورتِ شعلہ اس میں
آگ موجود تھی کیا مجھ سے زیادہ اس میں
اپنا آتش کدہ ذات ہی ٹھنڈا کر لوں !
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!

اب تو یہ خون کے بھی رشتوں سے اکڑ جاتا ہے
باپ سے، بھائی سے، بیٹے سے بھی لڑ جاتا ہے
جب کبھی طیش میں غصے سے اکڑ جاتا ہے
خود مرے شر کا توازن بھی بگڑ جاتا ہے
اب تو لازم ہے کہ میں خود کو سیدھا کر لوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!

میری نظروں میں تو بس مٹی کا مادھو تھا بشر

میں سمجھتا تھا اسے خود سے بہت ہی کمتر
مجھ پہ پہلے نہ کھلے اس کے سیاسی جوہر
کان میرے بھی کُترتا ہے یہ قائد بن کر
شیطانیت چھوڑ کے میں بھی یہی دھندا کرلُوں

سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!

کچھ جھجکتا ہے، نہ ڈرتا ہے ،نہ شرماتا ہے
نِت نئی فتنہ گری روز ہی دکھلاتا ہے
اب یہ ظالم، میرے بہکاوے میں کب آتا ہے
میں بُرا سوچتا رہتا ہوں، یہ کر جاتا ہے
کیا ابھی اس کی مُریدی کا ارادہ کر لوں!
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کر لوں!

اب جگہ کوئی نہیں میرے لیے دھرتی پر
مِرے شر سے بھی سِوا ہے یہاں انسان کا شر
اب تو لگتا ہے یہی فیصلہ مُجھ کو بہتر
اس سے پہلے کہ پہنچ جائے واں سوپر پاور
میں کسی اور ہی سیّارہ پر قبضہ کر لوں

سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!

ظُلم کے دام بچھائے ہیں نرالے اس نے
نِت نئے پیچ مذاہب میں ڈالے اِس نے
کر دیئے قید اندھیروں میں اُجالے اس نے
کام جتنے تھے مرے، سارے سنبھالے اس نے
اب تو میں خودکو ہر اک بوجھ سے ہلکا کرلوں

سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں

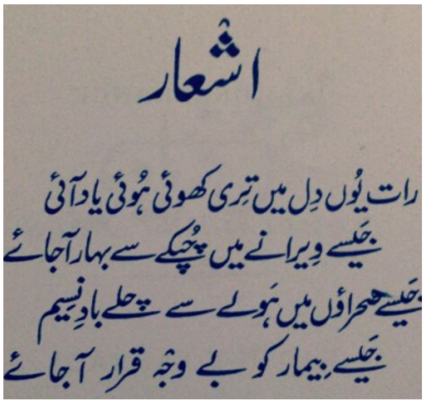
اشعار

رات یُوں دِل میں تِری کھوئی ہُوئی یاد آئی
جَیسے وِیرانے میں چُپکے سے بہار آجائے
جَیسے صحراؤں میں ہَولے سے چلے بادِ نسیم
جَیسے بیمار کو بے وجہ قرار آجائے

غزل۔ نامعلوم

جس کو صدمہ شب تنہائی کے ایّام کا ہے
ایسے عاشق کے لیے نیٹ بہت کام کا ہے
نیٹ فرہاد کو شیریں سے ملا دیتا ہے
عشق انسان کو گوگل پہ بٹھا دیتا ہے
کام مکتوب کا ماؤس سے لیا جاتا ہے
آہ سوزاں کو بھی اپ لوڈ کیا جاتا ہے
ٹیکسٹ میں لوگ محبت کی خطا بھیجتے ہیں
گھر بتاتے نہیں آفس کا پتہ بھیجتے ہیں
عاشقوں کا یہ نیا طور نیا ٹائپ ہے
پہلے چلمن ہوا کرتی تھی اب اسکائپ ہے
عشق کہتے تھے جسے اک نیا سمجھوتہ ہے
پہلے دل ملتے تھے اب نام کلک ہوتا ہے
دل کا پیغام جب ای میل سے مل جاتا ہے
میل ہر چوک پہ فی میل سے مل جاتا ہے
عشق کا نام فقط آہ و فغاں تھا پہلے
ڈاک خانے میں یہ آرام کہاں تھا پہلے
آئی ڈی جب سے ملی ہے مجھے ہمسائی کی
اچھی لگتی ہے طوالت شب تنہائی کی
نیٹ پہ لوگ جو نوے سے پلس ہوتے ہیں
بیٹھے رہتے ہیں وہ ٹَس ہوتے نہ مَس ہوتے ہیں
فیس بک کوچۂ جاناں سے ہے ملتی جلتی
ہر حسینہ یہاں مل جائے گی ہلتی جلتی
یہ موبائل کسی عاشق نے بنایا ہوگا
اس کو محبوب کے ابا نے ستایا ہوگا
ٹیکسٹ جب عاشق برقی کا اٹک جاتا ہے
طالب شوق تو سولی پہ لٹک جاتا ہے
آن لائن ترے عاشق کا یہی طور سہی
تو نہیں اور سہی، اور نہیں اور سہی

مجھے تلاش ہے ایک بہو کی

عرشی ملک

بیٹے کے واسطے مجھے دُلہن کی ہے تلاش
پھرتا ہوں چار سُو لئے اچھی بہو کی آس
لیکن کھلا کہ کام یہ آساں نہیں ہے اب
خودلڑکیوں کی ماؤں کے بدلے ہوئے ہیں ڈھب
پڑھ لکھ کے لڑکیاں بھی ہیں کاموں پہ جا رہی
لڑکوں سے بڑھ کے بعض ہیں پیسے کما رہی
اک ماں سے رابطہ کیا رشتے کے واسطے
کہنے لگی گھر آنے کی زحمت نہ کیجئے
لڑکی ہے بینک میں وہیں لڑکے کو بھیجئے
"سی۔وی" بھی اپنا ساتھ وہ لے جائے یاد سے
مل لیں گے ہم بھی بیٹی نے ’’اوکے‘‘ اگر کیا
ورنہ زیاں ہے وقت کا ملنے سے فائدہ؟
اک اور گھر گئے تو نیا تجربہ ہوا
لڑکی کی ماں نے چھوٹتے ہی بر ملا کہا
شوقین ہے جو لڑکا اگر دال، ساگ کا
لڑکی کی پھر نگاہ میں’’پینڈو‘‘ ہے وہ زرا
برگر جسے پسند ہے، پیزا پسند ہے
رُتبہ نگاہِ حُسن میں اُس کا بلند ہے
اک اور گھر گئے تو طبیعت دہل گئی
پاؤں تلے سے گویا زمیں ہی نکل گئی
گر شوق ہے کُکنگ کا تو بے شک سلیکٹ ہے
بیُوٹی بھی گر بنا نہ سکا تو رِیجکٹ ہے
اِک گھر گیا جو فون تو لڑکی ہی خود ملی
کہنے لگی کہ گھر پہ نہیں ہیں مدر مری

فرصت نہیں ہے مجھ کو ملاقات کے لئے
گھر لوٹتی ہوں جاب سے انکل میں دیر سے
ہاں چاہے بیٹا آپ کا گر جاننا مجھے
کہیئے کہ فیس بُک پہ مجھے ایڈ وہ کرے
اِک دوسرے کو کر لیں گر انڈرسٹینڈ ہم
بعد اس کے ہی بجائیں گے شادی کا بینڈ ہم
جس گھر گئے وہاں ہمیں جھٹکے نئے لگے
یاروں ہمارے ہاتھوں کے طوطے ہی اُڑ گئے
آخر کھلا یہ راز کہ اپنی ہے سب خطا
بیٹے کی تربیت میں بہت رہ گیا خلا
کھانا پکا سکے، جو نہ چائے بنا سکے
وہ کس طرح سے آج کی لڑکی کو بھا سکے
پڑھ لکھ کے لڑکیوں کا روّیہ بدل گیا
بے شک زمانہ چال قیامت کی چل گیا

***

برما کے مسلمان

کل رات مری آنکھ یہ کہتے سہے روئی
برما کے مسلمانوں کی آواز سُنے کوئی
دنیا کو جلی ہوئی لاش کے منظر نہیں دِکھتے
مردہ ہوئے احساس کے منظر نہیں دِکھتے
ہتھیار لئے پھرتے ہیں اہنسا کے پجاری
اور خون بھری پیاس کے منظر نہیں دِکھتے
اب سارے مسیحاؤں کی غیرت کہاں سوئی
برما کے مسلمانوں کی آواز سُنے کوئی
کشتی ہے، سمندر ہے، کنارا ہی نہیں ہے
ہے بے سروساماں سہارا ہی نہیں ہے
برما میں رہے اور کوئی اُن کے علاوہ
یہ بُدھ کے چیلوں کو گوارا ہی نہیں ہے
دنیا بھی یہ نامرد چُپ چاپ ہے سوئی
برما کے مسلمانوں کی آواز سُنے کوئی

خوشخبری

ماہنامہ قندیلِ ادب کے پانچ سال مکمل ہونے کی خوشی میں دسمبر ۲۰۱۷ء میں اپنا سالنامہ پرنٹ کاپی کی صورت میں نکالنے لگا ہے۔ جو کہ دسمبر کے شروع میں شائع ہو جائے گا۔ کاروباری حضرات اپنے اشتہار دینا نہ بھولیں۔ جیسا کہ احباب کو معلوم ہے کہ قندیل ادب انٹرنیشنل لاکھوں قارئین تک ساری دنیا میں جاتا ہے۔ اور ویب سائٹ www.qindeel-e-adub.com سے بھی پڑھا جاتا ہے۔ اپنے کاروبار کی ترقی کے لئے ہم سے رابطہ کریں۔ اشتہار کے نرخ مندرجہ ذیل ہیں۔

رانا عبدالرزاق خان چیف۔۔۔ایڈیٹر
قندیل ادب انٹرنیشنل لندن

07886304637, 02089449385 e-mail: ranarazzaq52@gmail.com

FREQUENCY	Three Issues		Six Issues		12 Issues	
Page Size	Price per Issue	Total Amount	Price per Issue	Total Amount	Price per Issue	Total Amount
Full Page	£140	£420	£120	£720	£120	£1440
Half Page	£70	£210	£60	£360	£60	£720
Quarter Page	£40	£120	£35	£210	£35	£420

غزل - پروین شاکر

گھڑے تجھ کو میں دیکھوں کہ آگ کا دریا دیکھوں
اپنی رسوائی، ترے نام کا چرچا دیکھوں
اک ذرا شعر کہوں اور میں کیا کیا دیکھوں
نیند آجائے تو کیا محفلیں برپا دیکھوں
آنکھ کھل جائے تو تنہائی کا صحرا دیکھوں
شام بھی ہوگئی، دُھندلا گئیں آنکھیں بھی مری
بھولنے والے میں کب تک ترا رستا دیکھوں
ایک اک کر کے مجھے چھوڑ گئیں سب سکھیاں
آج میں خود کو تری یاد میں تنہا دیکھوں
کاش صندل سے مری مانگ اجالے آ کر
اتنے غیروں میں وہی، ہاتھ جو اپنا دیکھوں
تو مرا کچھ نہیں لگتا ہے مگر جانِ حیات!
جانے کیوں تیرے لئے دل کو دھڑکتا دیکھوں
بند کر کے مری آنکھیں وہ شرارت سے ہنسے
بوجھے جانے کا میں ہر روز تماشا دیکھوں
سب ضدیں اس کی میں پوری کروں، ہر بات سنوں
ایک بچے کی طرح سے اسے ہنستا دیکھوں
مجھ پہ چھا جائے وہ برسات کی خوشبو کی طرح
انگ انگ اپنا اسی رُت میں مہکتا دیکھوں
پھول کی طرح مرے جسم کا ہر لب کھل جائے
پنکھڑی پنکھڑی ان ہونٹوں کا سایہ دیکھوں
میں نے جس لمحے کو پوجا ہے، اسے بس اک بار
خواب بن کر تری آنکھوں میں اُترتا دیکھوں
تو مری طرح سے یکتا ہے، مگر مرے حبیب!
جی میں آتا ہے کوئی اور بھی تجھ سا دیکھوں

آہ! اویس احمد دوراں

اویس احمد جو تھے استاد میرے
ہوئے رخصت جہاں سے آج افسوس
تھی جن کے دم سے رونق انجمن میں
اٹھے وہ درمیاں سے آج افسوس

مشتاق دربھنگوی

اک بے وفا کے نام

پروفیسر اویس احمد دوراںؔ (مرحوم)

تیرے بھی دل میں ہوک سی اُٹھے خدا کرے
تو بھی ہماری یاد میں تڑپے خدا کرے
مجروح ہو بلا سے ترے حسن کا غرور
پر تجھ کو چشمِ شوق نہ دیکھے خدا کرے
کھو جائیں تیرے حسن کی رعنائیاں تمام
تیری ادا کسی کو نہ بھائے خدا کرے
میری ہی طرح کشتیٔ دل ہو تری تباہ
طوفان اتنے زور کا اُٹھے خدا کرے
راہوں کے پیچ وخم میں رہے تا حیات گم
منزل ترے قریب نہ آئے خدا کرے
ظلمت ہو تو ہو اور تری رہ گزار ہو
دنیا میں تیری صبح نہ پھوٹے خدا کرے
تجھ پر نشاط و عیش کی راتیں حرام ہوں
مر جائیں تیرے ساز کے نغمے خدا کرے
آئیں نہ تیرے باغ میں جھونکے نسیم کے
تیرا گلِ شباب نہ مہکے خدا کرے
ہر لحہ تیری رُوح کو اک بے کلی سی ہو
اور بے کلی میں نیند نہ آئے خدا کرے
ہو تیرے دل میں میری خلش ، میری آرزو

میرے بغیر چین نہ آئے خدا کرے
تو جا رہی ہے بزمِ طرب میں تو خیر جا
پر تیرا جی وہاں بھی نہ بہلے خدا کرے
المختصر ہوں جتنے ستم تجھ پہ ٹوٹ جائیں
لیکن یہ ربطِ زیست نہ ٹوٹے خدا کرے
جو کچھ میں کہہ گیا ہوں جنوں میں وہ سب غلط
تجھ پر کوئی بھی آنچ نہ آئے خدا کرے

۲

تو ہے متاعِ قلب و نظر بے وفا سہی
ہے روشنی داغِ جگر بے وفا سہی
یہ ایڈن گارڈن ہمدم نگاہ و دل کی جنت ہے
یہاں حوا کی رنگیں بیٹیاں ہر شام آتی ہیں
جواں مردوں کو اپنی جاذبیت سے لبھاتی ہیں
دلوں کو شرگیں نظروں سے پیہم گدگداتی ہیں

۞

سہاگن ہے تو اُس کی مانگ میں جھومر چمکتا ہے
کنواری ہے تو اُس کے جسم سے خوشبو نکلتی ہے
گلابی مدھ بھری آنکھوں سے اک مستی اُبلتی ہے
وہ مستی جو دلوں کے ساغرِ رنگیں میں ڈھلتی ہے

۞

حسیں جوڑے میں کوئی پھول گوندھے کوئی لٹ کھولے
فضائے ساحلِ ہگلی میں رنگ و نور بھرتی ہے
بھرے مجمع میں اپنے حسن کا اعلان کرتی ہے
تماشا دیکھنے والوں کی روحوں میں اُترتی ہے

۞

سنہری بالیاں شوخی سے رُخساروں کو تکتی ہیں
کھنکتی چوڑیاں گیتوں کی میٹھی دُھن سناتی ہیں
جبیں پر ننھی ننھی کہکشائیں مسکراتی ہیں
حنائی انگلیاں لہرا کے ساجن کو بلاتی ہیں

۞

یہ بنگالی حسیناؤں کی جلوہ گاہ ہے ہمدم
یہاں پیر و جواں آ کر متاعِ دل لٹاتے ہیں
جنوں انگیز لَے میں نرم و شیریں گیت گاتے ہیں
نگاہوں میں نگاہیں ڈالتے ہیں مسکراتے ہیں

۞

ٹھہر اے جذبۂ بیتاب اسی رنگین دنیا میں
لبوں کی سرخ مے سے دل کے خالی جام کو بھر لیں
شمیمِ زلف سے بے ربط سانسیں عنبریں کرلیں
جوانی کے بہار آگیں گلستاں میں قدم دھر لیں

ماں اور ابا ہمیشہ زندہ رہوتے ہیں

ثقلین مبارک

لوگ کہتے ہیں کہ اماں ابا مر جائیں تو دنیا ویران ہوجاتی ہے. گھر سونا لگتا ہے .. پر مجھے لگتا ہے کہ اماں ابا ہمیشہ زندہ رہتے ہیں اور ہمارے ساتھ رہتے ہیں .. بھول تو ہم ان کو جاتے ہیں .. حقیقت یہ ہے کہ کسی بھائی کی آنکھیں بابا جیسی ہوتی ہیں .. کسی بہن کا چہرہ امی جیسا ہوتا ہے .. کوئی بابا کی طرح مسکراتا ہے .. اور کسی بہن کے ہاتھ میں امی کے جیسی لذت ہوتی ہے .. اماں ابا کب مرتے ہیں وہ کب چھوڑ کے ہمیں جاتے ہیں .. اماں ابا کی پرچھائیاں تو ان کے بچوں میں پائی جاتی ہیں .. وہ دنیا سے جا کر بھی ہمارے ساتھ رہتے ہیں .. کبھی اماں ابا کی یاد آئی تو سب بہن بھائی مل کے بیٹھ جاؤ .. کسی کے چہرے میں ماں مسکراتی نظر آئیگی اور کسی کی باتوں میں ابا کا لہجہ سنائی دے گا .. اماں ابا آس پاس ہی نظر آئیں گئے .. بھلا جس باغ کو اماں ابا نے اپنے خونِ جگر سے سینچا ہو .. وہ کب اُجڑ سکتا ہے .. تباہ تو ہم اس کو کر دیتے ہیں نفرتوں، حسد، خودغرضی اور مطلب پرستی کے ہاتھوں ...... اماں ابا تو زندہ رہتے ہیں ...... اماں ابا سے پیار کیجیے بہن بھائیوں سے پیار کیجیے .. اور اس پیار کو ہمیشہ قائم و دائم رکھیں .. یقین جانئے دنیا جنّت بن جائے گی۔ دعا گو

لندن میں شعری نشست

عاصی صحرائی

پچھلے دنوں عابدہ شیخ نیا پنے دولت خانے پر والنگٹن میں ایک ادبی نشست کا انتظام کیا۔جس میں جرمنی سے آئے ہوئے شفیق مراد آف شریف اکیڈمی مدعو تھے۔مظفر احمد مظفر،فرزانہ فرحت،بسم اللہ کلیم،اسحاق عاجز،اور رانا عبدالرزاق خان عاصی صحرائی کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ان کے علاوہ کافی مردوزن اہل ذوق بھی آئے ہوئے تھے۔شفیق مراد شریف اکیڈمی کے مدرالمہام ہیں اور اردو ادب کی بہت خدمت کرتے ہیں۔بہت ہی اچھے شاعروادیب ومقرر ومصنف بھی ہیں۔ان کے آنے سے ہم سبھی خوش وخرم تھے۔کہ آج ہم ان کے ساتھ ساتھ کئی اور شعراء کو بھی سنیں گے۔آخر شدتِ انتظار کے بعد وہ بھی وقت آن پہنچا۔شام کے سات بجے کے قریب جناب شفیق مراد مع اپنی بیگم کے تشریف لائے۔سب نے آگے بڑھ کر استقبال کیا۔مہمانوں کی چاٹ اور گول گپوں سے تواضع کی گئی،چائے وآب نوشی کے بعد نشست کا آغاز ہوا۔کمرہ خوب سجایا گیا تھا۔نظامت عابدہ شیخ کے حصے میں آئی۔پہلے آپ نے اپنا کلام سنایا جوکہ بہت سراہا گیا۔جس میں غارِحرا کی منظرکشی کی گئی تھی۔ان کے بعد بسم اللہ کلیم نے پنجابی میں بہت ہی اچھا کلام پیش کیا۔جس سے سب سننے والے جھوم اُٹھے۔عاصی صحرائی کی باری آئی۔انہوں نے بھی پختہ کلام سنا کر سامعین سے بہت داد لی۔اب مظفر احمد مظفر نے تو کمال کر دیا،رمزیہ اور فارسی الفاظ سے بھرپور کلام قابل تعریف تھا۔جسے بہت ہی سراہا گیا۔مکرر مکرر کے دونگڑے برسائے گئے۔اور سامعین بہت ہی محظوظ ہوئے۔اب ان کے بعد دو مجموعہ ہائے کلام کی مصنفہ، فرزانہ فرحت کی باری تھی جن کا کلام ہمیشہ ہی بہت اچھا اور سنجیدہ ہوتا ہے۔قبل تعریف تھا۔

سامعین کے اصرار پر کئی غزلیں سنی گئیں۔سامعین بہت نازاں وفرحاں تھے۔رات بھیگنے لگی تھی کہ آخر پر صدر مجلس کی باری تھی۔شفیق مراد کو اور ان کی شاعری کو کون نہیں جانتا۔بہت ہی تجربہ کار اور منجھے ہوئے شاعر ہیں۔انہوں نے اپنا کلام مختلف انداز میں سنایا،چھوٹی بحر میں تھا۔حاضرین نے بار بار سنا۔اور بہت ہی پسند کیا گیا۔رات بھگ رہی تھی۔سب مردوزن کی خدمت میں بہترین کھانا پیش کیا گیا۔جوکہ بہت ہی لذیز تھا۔سری پائے،آئس کریم،اور زردے سے ہماری تواضع ہوئی۔آخر پر عابدہ شیخ نے سب کا شکریہ ادا کیا اور محفل برخاست ہوئی۔

***

محترم مولانا بشیر احمد رفیق خان صاحب

رانا عبدالرزاق خان

ویسے تو دنیا میں سبھی انسان آتے ہیں اپنی زندگیاں گزار کر چلے جاتے ہیں۔مگر بعض ہستیاں دنیا پر آتی ہیں تو وہ ایسے کارنامے کر کے بطور اپنی یادوں کے چھوڑ جاتی ہیں اُن میں سے ایک ہمارے محترم مولانا بشیر احمد رفیق خان صاحب بھی تھے۔ایک معزز خاندان کے چشم و چراغ ہونے کے ناطے خوبصورت اور وجیہ نوجوان تھے۔اپنے نیک والدین کے خواہش کے مطابق وقف زندگی کو کمال تک نبھایا اور ایک وفا شعار خادم کی طرح اطاعت خلافت کو مقصدِ جان بنا کر انگلستان میں ایک لمبے عرصے تک قیام کیا۔اسلام کی تبلیغ میں دن رات ایک کر دیا۔حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان کے ساتھ دس سال سے بھی زائد عرصہ ایک فیملی ممبر کی طرح گزارا۔ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نوبل لارئیٹ سے بھی بہت قرب رہا۔محترم مولانا بشیر احمد رفیق خان صاحب اب تک برطانیہ میں ۵۰۰ کلب اور سوسائٹیز میں اسلام اور موازنہ مذاہب کے موضوع پر خطاب کر چکے ہیں۔ان کی سوانح عمری کی تفصیل پڑھنے کے لئے ایک طویل وقت درکار ہے۔ان کی ساری زندگی خدمت اسلام میں ایک مجاہد جرنیل کی سی گزری۔آپ بہترین مبلغ،مقرر،مصنف،دانشمند،اور شجرِ سایہ دار تھے۔آپ ۱۰۔اکتوبر ۲۰۱۶ء کو اس دارِفانی سے کوچ کر گئے،انا للہ و انا الیہ راجعون۔آپ ادب پسند اور نہایت زود فہم صحافی بھی تھے۔ قندیل ادب کی اشاعت اور اس میں میری قدم قدم پر راہنمائی کرتے تھے۔بلا تردّد اور بلا توقف مجھ سے رابطہ کرتے۔اور ہدایات سے نوازتے رہتے۔مجھے ادب کی راہوں سے آشنا کرنے والے وہی نیک وجود تھے۔روزانہ ہی رابطہ رہتا۔اور میرے لئے بلکہ سب سے ملنے والوں کے لئے دعائیں کرنے والے نافع الناس وجود تھے۔آج ہم ان کی رحلت کو ایک سال بعد یاد کر کے ان کے لئے دعا گو ہیں۔کہ اللہ تعالیٰ اُن کو غریق رحمت کرے اور ہم سب کو ان جیسا عالم باعمل بننے کی توفیق دے۔آمین۔

آپ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۱ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔آپ پیدائشی احمدی تھے۔آپ کے والد نے ۱۹۲۱ میں احمدیت قبول کی۔آپ نے ۱۹۵۳ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کیا۔اور شاہد کی ڈگری جامعۃ المبشرین سے ۱۹۵۸ء میں سے لی۔انگریزی زبان توان کی باندی تھی۔۱۹۵۹ء میں آپ کی تقرری مسجد لندن اور مشنری انچارج برطانیہ ہوئی۔۱۹۷۰ء میں پاکستان واپس آئے اور حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے پرائیویٹ سیکرٹری مقرر ہوئے۔۱۹۷۱ء میں واپس لندن آئے اور امام کے طور پر اپنی سابقہ ذمہ داری دوبارہ سنبھالی۔۱۹۷۹ء میں پاکستان بلائے گئے اور ۱۹۸۷ء میں واپس لندن آئے۔آپ نے درجِ ذیل عہدوں پر کام کیا۔۱۔امام مسجد فضل لندن ۱۹۶۴ء تا ۱۹۷۰ء۔۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۹ء۔۲۔مسلم ہیرالڈ میگزین کے بانی ایڈیٹر۔۱۹۶۱ء تا ۱۹۷۹ء۔۳۔پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ۱۹۷۰ء تا ۱۹۷۱ء ۴۔وکیل التصنیف ربوہ ۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۵ء۔۵۔ایڈیشنل وکیل التبشیر ،لندن ۱۹۸۷ء تا ۱۹۹۷ء۔۶۔ایڈیشنل وکیل التصنیف لندن ۷۔ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز ۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۵ء۔۹۔ممبر صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔۱۰۔ممبر افتاء کمیٹی ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۳ء۔۱۱۔ممبر بورڈ آف قضاء۔۱۹۸۴ء تا ۱۹۸۷ء۔۱۲۔ممبر اور وائس پریذیڈنٹ روٹری کلب آف وانڈز ورتھ ۱۹۶۴ء تا ۱۹۷۷ء۔۱۳۔پریذیڈنٹ روٹری کلب آف وانڈز ورتھ ۱۹۷۸ تا ۱۹۷۹ء۔آپ کو ۱۹۶۸ء میں لائبیریا کے صدر مملکت جناب ٹب مین کی دعوت پر بطور مہمانِ خصوصی بلایا گیا۔اور لائبیریا کا اعزازی چیف مقرر کیا گیا۔آپ نے ۱۹۷۸ میں کامن ویلتھ انسٹی ٹیوٹ لندن میں کسرِ صلیب کانفرنس (مسیح کا زندہ صلیب سے اُتر آنا) کے موضوع پر انٹرنیشنل کانفرنس منعقد کروائی۔اس کانفرنس کا نہ صرف برطانوی پریس میں بلکہ غیر ملکی ذرائع ابلاغ میں بھی غیر معمولی چرچا ہوا۔آپ مندرجہ ذیل کتب کے مصنف ہیں۔۱۔دی مسلم پریئر بک۔یہ کتاب اب تک چار زبانوں میں شائع ہو چکی ہے۔۲۔سوانح حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ صاحب شہیدؓ ۳۔ٹروتھ اباؤٹ احمدیت۔۴۔سوانح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ۔۵۔محمد ظفراللہ خان۔۶شہیدانِ راہِ وفا۔۷۔اسلام مائی ریلیجن۔۸۔فرام دی ورلڈ پریس۔۹۔اسلام میں عورت کا مرتبہ۔۱۰۔افغان مارٹرز۔۱۱۔سفرنامہ دیارِ حبیب۔۱۲۔خوشگوار یادیں۔۱۳۔درسِ عبرت۔ (خوشگوار یادیں)

امام بشیر احمد خان رفیق صاحب کی خوشگوار یادیں

انجینئر محمود مجیب اصغر صاحب

2015ء میں امام بشیر احمد خان رفیق مرحوم کی کتاب ''خوشگوار یادیں'' میں نے سویڈن میں پڑھی اور وہیں سے میں نے دفتر پرائیویٹ سیکریٹری لندن کی معرفت انہیں خط لکھا کہ جلسہ پر آ رہا ہوں اور آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ جو ایڈریس دیا تھا اس پر میرے جواب پہنچنے سے پہلے ہی آ گیا۔ چنانچہ جلسہ سالانہ برطانیہ 2015ء سے چند دن قبل میں اپنی بیوی کے ہمراہ ان کے رہائش پر حاضر ہو گیا اور تقریباً دو گھنٹے ان کی صحبت صالحہ سے مستفید ہوا۔ جماعت میں آپ اگرچہ بہت معروف شخصیت کے حامل تھے لیکن 1978ء کی کسر صلیب کانفرنس نے آپ کو بہت نمایاں کر دیا آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے خاص معتمدین میں سے تھے 1970ء میں نصرت جہاں لیپ فارورڈ منصوبہ کا آغاز عملاً لندن سے ہی ہوا آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بہت اچھے سلطانِ نصیر ثابت ہوئے۔ پرائیویٹ سیکریٹری بھی رہے اور سپین کے سفر میں بھی ساتھ تھے ۔ مسجد فضل لنڈن کے ساتھ محمود ہال کی تعمیر اور حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا سدا تمام اخراجات برداشت کرنا ان کے اور خلیفۂ وقت اور آپ کے درمیان ان کی وفات تک سربستہ راز رہا۔ فیلڈ مارشل جنرل ایوب خان صدر پاکستان کی لندن آمد اور آپ کی ملاقاتیں اور ان کا آپ سے ہر دورے پر استفسار کر کتنے عیسائی (انگریز) مسلمان بنا لئے ہیں۔ اس معمر انگریز خاتون سے ملاقات جس کے فارم میں صاحبزادگان خاندان حضرت مسیح موعود، حضرت مرزا ناصر احمد، حضرت مرزا مظفر احمد، حضرت مرزا ظفر احمد اور حضرت مرزا سعید احمد Paying Guest کے طور پر تعطیلات میں رہتے تھے۔ اور ایک مرتبہ ہر ایک صاحبزادہ نے اپنی تعلیم کا کوئی دنیوی مقصد بتایا اور حضرت مرزا ناصر احمد نے بتایا کہ وہ تو دین کی خدمت کریں گے اس خاتون نے کہا تھا What a waste of time اور جب آپ خلیفہ بن گئے تو وہ خاتون تو حیران ہوئی اور انہوں نے افسوس کا اظہار کیا کہ انہوں نے ایسے کیوں کہا تھا۔ کیونکہ آپ کے بلند ارادے عالمی سطح پر آپ کی دین اور دنیوی خدمات پر منتج ہوئے۔ آپ نے یہ ساری باتیں نہایت عقیدت سے سنائیں جو کہ آپ کے خلیفہ وقت کے ساتھ انتہائی محبت اور جرأت اور وفا کی غمازی کرتی ہیں۔ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے ساتھ آپ کی لمبی رفاقت اور ڈاکٹر عبد السلام صاحب (نوبل انعام) کی باتیں آپ نے بڑے انہماک سے سنائیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے 1978ء کو کسر صلیب کانفرنس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے عرض کیا تھا کہ بہت سارے انعام لے چکے ہیں لیکن نوبیل انعام نہیں ملا۔ اس کے لئے دعا کی درخواست کی (اور حضور نے دعا کی) اور بتایا کہ اگلے سال نوبیل انعام بھی مل جائے گا چنانچہ 1979ء میں انہیں نوبیل انعام بھی مل گیا۔ ان کے بیٹے محمود احمد خان کی پیدائش کے سلسلہ میں ڈاکٹر سردار نذیر احمد صاحب کا ذکر ہوا (جو کہ میرے خسر تھے) کہنے لگے ان کی دعا سے محمود احمد ہوا اور ان کی خواہش تھی کہ بچے کا نام محمود احمد رکھا جائے چنانچہ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی طرف سے یہی نام عطا ہوا۔ اور ڈاکٹر صاحب کی خواہش بھی پوری ہو گئی۔ امام بشیر احمد خان رفیق صاحب کی ساری زندگی خدمت دین میں گزری اور آپ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس دعا کا مظہر لگتے تھے جو حضور علیہ السلام نے اپنی جسمانی (اور روحانی) اولاد کے لئے کی تھی۔

رہیں خوشاں اور فرخندگی سے

بچانا سے خدا بد زندگی سے

خدا انہیں نوشہرہ کے ایک گاؤں سے قادیان سے لاہور اور لاہور سے ربوہ لے آیا جہاں انہوں نے کالج اور جامعہ سے ڈگریاں حاصل کیں اور خدا تعالیٰ نے پھر انہیں برطانیہ کے لئے خدمتِ دین کے لئے چن لیا جہاں انہوں نے زندگی کا زیادہ عرصہ گزرا یہیں ریٹائرڈ ہوئے اور اپنی وفات تک اہم قلمی اور لسانی خدمت کی توفیق پاتے رہے اور لندن میں ہی 2016ء گولڈن جوبلی جلسہ سالانہ کے جلد بعد 10/اکتوبر 2016ء اپنے مولیٰ حقیقی کے پاس جا پہنچے اور لندن میں ہی 14/اکتوبر 2016ء کو جمعہ کے روز بروک وُڈ احمدیہ قبرستان میں قطعہ موصیان میں سپردخاک ہوئے ہزاروں افراد بیت الفتوح میں آپ کی نماز جنازہ میں شامل ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 21/اکتوبر 2016ء کے خطبہ میں جو مسجد بیت الفتوح لندن میں ارشاد فرمایا آپ کا بڑی محبت سے ذکرِ خیر فرمایا۔تقریباً نصف خطبہ آپ کے لئے وقف تھا (دوسرا نصف ڈاکٹر نصرت جہاں صاحبہ بنت مولانا عبد المالک صاحب ناظر اصلاح وارشاد کا ذکر خیر فرمایا تھا) اور نماز جنازہ غائب پڑھائی آپ نہ صرف ایک اچھے مبلغ تھے بلکہ ظاہری لحاظ سے بھی خوبرو اور بہت اچھی شخصیت، باوقار اور باخدا انسان تھے۔ساری عمر سادہ اور باوقار زندگی گزاری خلافت سے وفا کی اور اپنی قوم اور اگلی نسلوں کے لئے عمدہ نمونہ چھوڑا۔

جب خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تحریک پر احمدی بچوں کے لئے چھوٹی چھوٹی خوبصورت آسان زبان میں ایمان افروز کتابیں لکھنے اور شائع کرنے کی تحریک فرمائی تو اتفاق سے پہلا مسلمان بچہ سمجھتے ہوئے میں نے صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ محمود احمد شاہد (بنگالی صاحب) کو حضرت علیؓ پر کتاب لکھ کر مسوّدہ بھیج دیا۔ میں اس وقت (اسلام آباد) پاکستان میں تھا انہی دنوں صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ اسلام آباد آئے ہوئے تھے انہوں نے بتایا کہ اسی موضوع پر امام بشیر احمد خان رفیق صاحب نے بھی ایک کتابچہ لکھ کر بھیج دیا ہے۔ بتائیں اب کیا کریں۔(میاں صاحب اس وقت نائب صدر اور مہتمم اشاعت تھے۔)

میں نے کہا کہ خان صاحب کی کتاب چھاپ دیں۔ ان کے مقابلے میں میری کیا حیثیت ہے لیکن انہوں نے دونوں کے مسوّدے کو جوڑ کر کتاب شائع کردی۔سوانح حضرت علیؓ جس پر دو مصنّفین کا نام درج ہے۔بشیر احمد خان رفیق صاحب،محمود مجیب اصغر اس لحاظ سے آپ کے ساتھ Co-Editor کے طور پر اس چھوٹی سی کتاب کے لئے۔ میرے لئے یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔

1987ء میں مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر مرکز سے خط موصول ہوا جبکہ میں عمان میں Nespak کی طرف سے ایک Road Project پر ایڈیڈنٹ انجینئر تھا کہ صد سالہ جوبلی منصوبہ اشاعت کے تحت حضرت نافلۃ موعود خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی سیرت وسوانح تصنیف کرنے کا کام میرے سپرد کیا گیا ہے اور میں نے ایک کمیٹی کی نگرانی میں یہ کام کرنا ہے جس کے ممبر پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب اور صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ہیں۔اس کے جلد ہی بعد میرا تبادلہ پاکستان ہوگیا میں نے مختلف لوگوں سے اس سلسلہ میں خط وکتابت کی اور بعض واقعات کی تصدیق چاہی اور بعض شخصیات کا تعارف بھجوانے کی درخواست کی ۔اس سلسلہ میں امام بشیر احمد خان رفیق صاحب نے غیر معمولی تعاون فرمایا پہلے انگریز مؤذن بلال نٹل صاحب کا تعارف اوران کا واقعہ بتایا کہ مسجد فضل لندن میں حضرت مصلح موعود کی وفات پر انہوں نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے خلیفہ منتخب ہونے کا پہلے ہی بتادیا تھا۔آپ کے اہل وعیال کا ذکر بھی ہوجانا چاہیے۔آپ کی اہلیہ محترمہ سلمٰی رفیق صاحبہ نے آپ کے ساتھ بھرپور زندگی گزاری۔ آپ کے نازک اور اہم مفوضہ امور میں ہرلحہ ساتھ دیا اور پورے وقار کے ساتھ زندگی بسر کی۔آپ کی اولاد دو بیٹے اور تین بیٹیوں پر مشتمل ہے جن کے نام یہ ہیں۔ بیٹے۔مکرم منیر رفیق خان ۔مکرم محمود رفیق خان ۔بیٹیاں۔محترمہ امتہ الجمیل خان۔محترمہ امتہ النصیر خان۔محترمہ بشریٰ مرزا خان۔امام بشیر احمد خان رفیق صاحب مرحوم کے بارہ میں بہت سی معلومات www.bashirrafiq.com پر مل سکتی ہیں۔

کیا سب ناکامیوں اور بے ایمانیوں کی ذمہ دار پاک فوج ہے!!! نہیں ہرگز نہیں

اے آر خان لندن

ذوالفقار علی بھٹو کو ایوب خان نے وزیر خارجہ بنایا۔لیکن ایوب خان کے بعد اسی بھٹو کو عوام نے 2 بار پاکستان کا سربراہ مملکت بنایا۔اسکی بیٹی اور داماد کو تین بار پاکستان کی سربراہی سونپی۔جس کے بدلے میں انہوں نے نہ صرف پاکستان کو دولخت کر دیا بلکہ پاکستان پر بیرونی قرضے چڑھانے کے ساتھ ساتھ پاکستان کی معیشت کا وہ بیڑا غرق کیا کہ دوبارہ نہیں اُٹھ سکی۔

اسکی ذمہ دار پاک فوج ہے؟

نواز شریف کو جنرل ضیاء الحق نے صوبائی وزیر خزانہ بنایا۔لیکن عوام نے اس کو* تین بار پاکستان کا وزیر اعظم بنایا اور 6 بار پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کا سربراہ اسکا نتیجہ پاکستان پر ریکارڈ ساز قرضوں، قومی اداروں کی مکمل تباہی، اونے پونے فروخت اور کشمیر سمیت خارجہ محاذ پر تباہ کن پالیسی کی صورت میں نکلا۔

اسکی ذمہ داری پاک فوج پر ہے؟

پاکستان میں 8 لاکھ پولیس، کم از کم 2 لاکھ ججز، وکیل اور ان کے معاونین ہیں۔ اربوں روپے کا بجٹ رکھنے والی والی الیف آئی اے اور نیب نامی ادارے ان کے علاوہ ہیں۔

لیکن کرپشن کرنے والوں کو سزائیں نہ ملنے کی ذمہ دار پاک فوج ہے؟

کل 50 ارب ڈالرز کے قومی بجٹ میں سے 7 ارب ڈالرز پاک فوج کو ملتے ہیں باقی 43 ارب ڈالر کا بجٹ پارلیمنٹ کے پاس جاتا ہے۔

لیکن پاکستان کی معاشی بدحالی کی ذمہ دار پاک فوج ہے؟

پاک فوج نے دہشت گردی کی سہولت کار پکڑ کر شہادتوں کے ساتھ عدالتوں کے حوالے کئے۔ جہاں سے ان کو رہائیاں مل گئیں اور باہر آتے ہیں عوام نے ان کو سونے کے تاج پہنا دیئے۔

لیکن ذمہ دار پاک فوج ہے؟

پاکستان کی کل آبادی تقریباً 21 کروڑ ہے جن میں سے 6 لاکھ فوج ہے۔ پاک فوج بیک وقت دہشگردوں اور غیر ملکی ایجنسیوں کے خلاف دنیا کی سب سے بڑی پراکسی جنگ کا مقابلہ کرنے کے ساتھ ساتھ۔ پاکستان میں تمام قدرتی آفات کے موقعوں پر سارے چھوٹے بڑے ریلیف آپریشنز کر رہی ہے۔سی پیک کو پایہ تکمیل تک پہچانے کے لیے دن رات مصروف ہے۔چین، روس اور اب خلیج (اسلامی اتحاد) کے محاذ پر انڈیا اور امریکہ کی خارجہ پالیسی کا مقابلہ کر رہی ہے۔ دہشت گردی سے متاثرہ لاکھوں آئی ڈی پیز کی دیکھ بھال کر رہی ہے۔سول عدالتوں سے ملنے والے دہشت گردی کے کیسز سن رہی ہے۔ پولیو کے قطرے پلا رہی ہے۔ مردم شماری کر رہی ہے۔ پاک فوج اس وقت دنیا مین سب سے زیادہ جانیں دینے والی فوج بن چکی ہے جس میں آفیسرز کی شہادتوں کی شرح دنیا میں سب سے زیادہ ہے اور کوئی ایسا دن نہیں گزرتا جو پاک فوج کی شہادت سے خالی گیا ہو۔

لیکن پاکستان میں ہر خرابی کی ذمہ دار پاک فوج ہے

یہ باقی 20 کروڑ 93 لاکھ کیا کر رہے ہیں؟ کیا ان سب پر کوئی فرض اور ذمہ داری عائد نہیں ہوتی؟ کیا کبھی ہم نے اپنے گریبانوں میں جھانکا ہے؟ کیا نام نہاد اشرافیہ، علمائے حق، اساتذہ کرام، ڈاکٹر صاحبان، وکلاء، جج، بیوروکریٹس، تاجر، جاگیرداران، بزنیسمین، عام شہری مادرِ وطن کی ترقی پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔کیا اپنے فرائض منصبی سے غافل، شکم پُری میں مگن ہیں۔کب یہ قوم اپنی آواز بلند کرے گی؟۔کب یہ افراد غیرت دکھائیں گے؟۔ستر سال کے زنگ اُتارنے کے لئے کوئی مردِ حق، مردِ میدان بن کر سامنے نہیں آ رہا، کیا کوئی ہے جو عدل فاروقی اور قوت علی دکھائے۔اور اس قوم کی ترقی میں کارہائے نمایاں ادا کر سکے۔اپنے اسلاف کی روشن روایتوں کو زندہ کر سکے۔

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

طارق بن زیاد کی فتح اور جبل طارق

طارق بن زیاد کی فتح اور جبل طارق

عتیق احمد

طارق بن زیاد بربر نسل سے تعلق رکھنے والے مسلم سپہ سالار اور بنو اُمیّہ کے جرنیل تھے، جنہوں نے 711ء میں ہسپانیہ (اسپین) میں عیسائی حکومت کا خاتمہ کرکے یورپ میں مسلم اقتدار کا آغاز کیا۔ انہیں اسپین کی تاریخ کے اہم ترین عسکری رہنماؤں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ شروع میں وہ اموی صوبے کے گورنر موسیٰ بن نصیر کے نائب تھے، جنہوں نے ہسپانیہ میں وزیگوتھ بادشاہ کے مظالم سے تنگ عوام کے مطالبے پر طارق کو ہسپانیہ پر چڑھائی کا حکم دیا۔ طارق بن زیاد نے مختصر فوج کے ساتھ یورپ کے عظیم علاقے اسپین کو فتح کیا اور یہاں دینِ اسلام کا علم بلند کیا۔ اسپین کی فتح اور یہاں پر اسلامی حکومت کا قیام ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے، جس نے یورپ کو سیاسی، معاشی اور ثقافتی پسماندگی سے نکال کر ایک نئ بصیرت عطا کی اور اس پر ناقابل فراموش اثرات مرتب کیے تھے۔ طارق بن زیاد کی تعلیم وتربیت موسیٰ بن نصیر کے زیرنگرانی ہوئی تھی، جو ایک ماہرِ حرب اور عظیم سپہ سالار تھے۔

اسی لیے طارق بن زیاد نے فنِ سپہ گری میں جلد ہی شہرت حاصل کرلی۔ ہرطرف ان کی بہادری اور عسکری چالوں کے چرچے ہونے لگے۔ طارق بن زیاد بن عبداللہ نہ صرف دنیا کے بہترین سپہ سالاروں میں سے ایک تھے بلکہ وہ متقی، فرض شناس اور بلند ہمت انسان بھی تھے۔ ان کے حسنِ اخلاق کی وجہ سے عوام اور سپاہی انہیں احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ افریقہ کی اسلامی سلطنت کو اندلس کی بحری قوت سے خطرہ لاحق تھا، جب کہ اندلس کے عوام کا مطالبہ بھی تھا۔ اسی لیے گورنر موسیٰ بن نصیر نے دشمن کی طاقت اور دفاعی استحکام کا جائزہ لے کر طارق بن زیاد کی کمان میں سات ہزار (بعض مؤرخین کے نزدیک بارہ ہزار) فوج دے کر انہیں ہسپانیہ کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ 30 اپریل 711ء کو اسلامی لشکر ہسپانیہ کے ساحل پر اترا اور ایک پہاڑ کے نزدیک اپنے قدم جمالیے، جو بعد میں طارق بن زیاد کے نام سے جبل الطارق

کہلایا۔ طارق بن زیاد نے جنگ کے لیے محفوظ جگہ منتخب کی۔ اس موقع پر اپنی فوج سے نہایت ولولہ انگیز خطاب کیا اور کہا کہ ہمارے سامنے دشمن اور پیچھے سمندر ہے۔

جنگ سے قبل انہوں نے اپنے تمام بحری جہازوں کو جلا دینے کا حکم دیا تاکہ دشمن کی کثیر تعداد کے باعث اسلامی لشکر بددِل ہوکر اگر پسپائی کا خیال لائے تو واپسی کا راستہ نہ ہو۔ اسی صورت میں اسلامی فوج کے پاس صرف ایک ہی راستہ باقی تھا کہ یا تو دشمن کو شکست دے یا اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کردے۔ یہ ایک ایسی زبردست جنگی چال تھی کہ جس نے اپنی اہمیت کی دادانے والے عظیم سپہ سالاروں سے بھی پائی۔ 7 ہزار کے مختصر اسلامی لشکر نے پیش قدمی کی اور عیسائی حاکم کے ایک لاکھ کے لشکر کا سامنا کیا، گھمسان کا رَن پڑا، آخرکار دشمن فوج کو شکست ہوئی اور شہنشاہ راڈرک مارا گیا۔ بعض روایتوں کے مطابق وہ بھاگ نکلا تھا، جس کے انجام کا پتا نہ چل سکا۔ اس اعتبار سے یہ جنگ فیصلہ کن تھی کہ اس کے بعد ہسپانوی فوج کبھی متحد ہوکر نہ لڑسکی۔ فتح کے بعد طارق بن زیاد نے بغیر کسی مزاحمت کے دارالحکومت طلیطلہ پر قبضہ کرلیا۔ طارق بن زیاد کو ہسپانیہ کا گورنر بنادیا گیا۔ طارق بن زیاد کی کامیابی کی خبر سن کر موسیٰ بن نصیر نے حکومت اپنے بیٹے عبداللہ کے سپرد کی اور خود طارق بن زیاد سے آملے۔ دونوں نے مل کر مزید کئی علاقے فتح کیے۔ اسی دوران خلیفہ ولید بن عبدالملک نے اپنے قاصد بھیج کر دونوں کو دمشق بلوالیا اور یوں طارق بن زیاد کی عسکری زندگی کا اختتام ہوا۔ اسلامی دنیا کے اس عظیم فاتح نے 720ء وفات پائی۔ ***

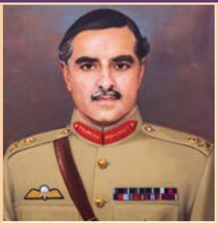

ہم سب مفتی ہیں

جاوید چوہدری

جنرل گل حسن قیام پاکستان کے وقت قائداعظم محمد علی جناح کے اے ڈی سی تھے‘ یہ اس وقت فوج میں کیپٹن تھے اور یہ قائداعظم کے پاس آنے سے قبل فیلڈ مارشل ویلیم سلم کے اے ڈی سی رہے تھے‘ فیلڈ مارشل ویلیم سلم اتحادی فوجوں کی مشرقی کمانڈ کے چیف تھے۔قائداعظم نے گل حسن کو تجربے کی بنیاد پر اپنے ساتھ وابستہ کر لیا‘ اگست 1947ء میں پاکستان کی پہلی سرکاری تقریب تھی‘ یہ تقریب گورنر جنرل ہاؤس کراچی میں منعقد ہو رہی تھی‘ قائداعظم نے دعوتی کارڈز جاری کرنے کا حکم دے دیا‘ یہ حکم جاری ہوا تو قائداعظم نے کیپٹن گل حسن کو طلب کیا اور انھیں ہدایت کی گورنر جنرل ہاؤس سے سب سے پہلے کراچی کے ہندو تاجروں کو دعوت نامے جاری ہونے چاہئیں‘ کراچی کے حالات اس وقت بہت مخدوش تھے‘ ہندو تاجر بھارت جا رہے تھے‘ کراچی کے مسلمان ان کی جائیدادوں پر قبضے کر رہے تھے۔ہندوستان سے فسادات اور مسلمانوں کے قتل عام کی خبریں آ رہی تھیں‘ ان خبروں کی وجہ سے مسلمانوں میں شدید اضطراب پایا جاتا تھا‘ قائداعظم کے عملے کو محسوس ہوا ان حالات میں ہندو تاجروں کو دعوتی کارڈ بھجوانا خطرناک ہوگا‘ کراچی کے مسلمان بالخصوص بھارت سے آنے والے مہاجرین ناراض ہو جائیں گے اور یوں قائداعظم کا امیج خراب ہوگا‘ عملے نے یہ تحفظات گل حسن کے ذریعے قائداعظم تک پہنچانے کا فیصلہ کیا۔گل حسن قائداعظم کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا ’’سر ہندو تاجروں کو سرکاری تقریب میں بلانے سے آپ کا امیج خراب ہوگا‘‘ قائداعظم نے اس اعتراض کا کیا جواب دیا۔

آپ یہ جاننے سے پہلے یہ ذہن میں رکھئے قائداعظم نے پاکستان دو قومی نظریئے کی بنیاد پر حاصل کیا تھا‘ قائداعظم نے ایک طویل سماجی مقدمے اور ان تھک نظریاتی جدوجہد کے بعد انگریزوں کو یقین دلایا تھا مسلمان اور ہندو دو مختلف قومیں ہیں اور یہ کبھی اکٹھی نہیں رہ سکتیں لیکن وہی قائداعظم پاکستان بننے کے بعد ہندو تاجروں کو مسلمانوں سے پہلے دعوتی کارڈز جاری کرانا چاہتے تھے اور آپ کا عملہ آپ کو اس سے باز رکھنا چاہتا تھا۔قائداعظم نے گل حسن کی بات غور سے سنی اور اس کے بعد فرمایا ’’پاکستان کسی ایک قوم کا ملک نہیں‘ یہ ہر اس شخص کا ملک ہے جو اس ملک کی حدود کے اندر رہا ہے‘ وہ خواہ مسلمان ہو یا ہندو یا پھر کسی اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو‘ پاکستان کی حدود میں اقلیتوں کو اکثریت سے زیادہ حقوق حاصل ہیں‘ میں اس لیے ہندو تاجروں کو مسلمانوں سے پہلے دعوت دینا چاہتا ہوں‘‘ قائداعظم کے اس فرمان کے بعد کراچی کے ہندو تاجروں کو مسلمان شہریوں سے پہلے دعوتی کارڈز جاری ہوئے اور ہندو تاجر یہ کارڈز وصول کر کے حیران رہ گئے۔قائداعظم کی اقلیتوں کے بارے میں رائے کا ایک اور واقعہ بھی ملاحظہ کیجیے‘ قائداعظم کو سیکیورٹی کے لیے پولیس کی طرف سے دو آفیسر ملے تھے۔

یہ آفیسر قائداعظم کی حفاظت کرتے تھے‘ ان میں سے ایک ڈی ایس پی تھا اور دوسرا اس کا اسسٹنٹ کم ڈرائیور۔ڈی ایس پی پارسی تھا‘ بھارت کے ایک شدت پسند شخص نتھورام گوڈسے نے 30 جنوری 1948ء کو مہاتما گاندھی کو گولی مار کر ہلاک کر دیا‘ قائداعظم گاندھی کے بعد شدت پسندوں کا ہدف تھے‘ قائداعظم کے عملے نے محسوس کیا ان حالات میں پارسی آفیسر کو قائداعظم کے قریب نہیں رہنا چاہیے‘ یہ کسی بھی وقت قائداعظم کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔گل حسن نے قائداعظم کے سامنے ایک دن اس خدشے کا اظہار کیا‘ قائداعظم برا مان گئے اور انھیں ڈانٹ کر کہا ’’اس ملک کا ہر شہری پاکستانی ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو اور مجھے اگر اپنے پاکستانی بھائیوں پر اعتماد نہیں تو پھر مجھے ان کی رہنمائی کا کوئی حق نہیں‘‘ قائداعظم کے اس فرمان کے بعد یہ ڈی ایس پی اس وقت تک قائداعظم کی حفاظت پر مامور رہا جب تک آپ علاج کے لیے زیارت شفٹ نہیں ہو گئے۔یہ ڈی ایس پی اس وقت بھی قائداعظم اور محترمہ فاطمہ جناح کے ساتھ ہوتا تھا جب دونوں واک کے لیے اکیلے ملیر جاتے تھے اور اس وقت اے ڈی سی اور اس پارسی ڈی ایس پی کے سوا آپ کے قریب کوئی نہیں ہوتا تھا۔آپ اقلیتوں کے بارے میں قائداعظم کے خیالات کی ایک مثال اور بھی ملاحظہ کیجیے‘ آپ زیارت میں علیل تھے تو آپ کو ڈنہم نام کی ایک عیسائی نرس دی گئی تھی‘ یہ نرس کٹڑ عیسائی تھی۔

ہندوستان کے عیسائی قائداعظم کو پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ یہ

ہندوستان کے واحد سیاستدان تھے جنہوں نے سیاست کے ساتھ ساتھ اپنی انا بھی برقرار رکھی تھی چنانچہ ہندوستان کے عیسائی قائداعظم کو دل سے پسند نہیں کرتے تھے اور قائد کے عملے کا خیال تھا یہ بھی قائداعظم کو نقصان پہنچا سکتے ہیں لیکن سسٹر ڈنہم آپ کی خدمت کے لیے زیارت آئی' نرس نے قائداعظم کا ٹمپریچر چیک کیا' قائداعظم نے اس سے اپنا ٹمپریچر پوچھا' نرس نے جواب دیا ''سر میں نرس ہوں اور طبی اخلاقیات کے مطابق میں مریض کی انفارمیشن مریض کے ساتھ شیئر نہیں کر سکتی۔

میں اپنی رپورٹ ڈاکٹر کو دوں گی اور اگر ڈاکٹر نے مناسب سمجھا تو یہ آپ کے ساتھ شیئر کر لے گا'' قائداعظم کو عیسائی نرس کا یہ جواب بہت پسند آیا' آپ نے اس کا شکریہ بھی ادا کیا اور اس کی ایمانداری کی تعریف بھی کی' یہ نرس اس وقت تک آپ کے ساتھ رہی جب تک آپ کراچی روانہ نہیں ہو گئے۔ آپ اب آیئے قائداعظم محمد علی جناح کے مذہبی نظریات کی طرف' یہ حقیقت ہے قائداعظم محمد علی جناح نماز پڑھتے تھے' آپ نماز کے دوران گڑگڑا کر دعا بھی کرتے تھے لیکن آپ نے کبھی اپنی نمازوں' اپنی دعاؤں اور اپنی گڑگڑاہٹ کو نمائش کا ذریعہ نہیں بنایا' آپ صبح کے وقت گھر کے کسی الگ تھلگ کمرے میں چلے جاتے تھے' سجدے میں گر جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعا کرتے تھے' اس دوران کسی کو آپ کے کمرے میں آنے کی اجازت نہیں تھی' آپ مذہبی ریاکاری سے کس قدر دور تھے آپ اس کی دو مثالیں ملاحظہ کیجیے۔ قائداعظم کوئٹہ میں مقیم تھے' یحییٰ بختیار آپ کی تصویریں بنانے کے لیے کیمرا لے کر آپ کی رہائش گاہ پر چلے گئے' قائداعظم اس وقت احادیث کی کوئی کتاب پڑھ رہے تھے' یحییٰ بختیار نے کوشش کی وہ آپ کی کوئی ایسی تصویر بنا لے جس میں کتاب اور اس کتاب کا ٹائٹل فوکس ہو جائے' قائداعظم یحییٰ بختیار کی نیت بھانپ گئے چنانچہ آپ نے کتاب میز پر رکھ دی اور فرمایا ''میں اس مقدس کتاب کو پبلسٹی کا موضوع بنانا پسند نہیں کرتا'' قائداعظم 3 مارچ 1941ء کو عصر کی نماز کے لیے لاہور ریلوے اسٹیشن کے سامنے کسی مسجد میں تشریف لے گئے' آپ داخل ہوئے تو مسجد کھچا کھچ بھری تھی' لوگوں نے قائداعظم کو دیکھ کر راستہ دینا شروع کر دیا مگر آپ پچھلی صف میں بیٹھ گئے' نماز کے بعد لوگ آپ کے جوتوں کی طرف لپکے مگر آپ نے فوراً جوتے اٹھا لیے' لوگ آپ کے ہاتھ سے جوتے چھیننے کی کوشش کرتے رہے لیکن آپ نے جوتا ہاتھ سے نہ جانے دیا اور مسجد سے باہر نکل کر اپنا جوتا خود پہنا۔ یہ دونوں واقعات قائداعظم کے مذہبی جذبات اور نظریات کی عکاسی کرتے ہیں' قائداعظم مذہب کو نمائش اور اختلافات کا ذریعہ بنانے کے خلاف تھے' یہ پاکستان کی حدود میں رہنے والے ہر شخص کو مذہب اور نظریات سے بالاتر ہو کر پاکستانی سمجھتے تھے اور یہ کسی کو مذہب کی بنیاد پر برا نہیں سمجھتے تھے' پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جس کے جھنڈے تک میں اقلیت کی نمائندگی موجود ہے' ہمارے جھنڈے میں دو رنگ ہیں' سبز اور سفید' سبز رنگ مسلمانوں کی نمائندگی کرتا ہے جب کہ سفید اقلیتوں کی۔ سفید امن کا رنگ بھی ہے لہٰذا ہم اگر جھنڈے کو قائداعظم کی نظر سے دیکھیں تو اس کا مطلب ہو گا پاکستان میں مسلمان اکثریت اس وقت تک پرامن نہیں رہ سکتی جب تک ہم اس ملک میں اقلیتوں کو امن اور تحفظ فراہم نہیں کرتے' کل ہم نے 70 واں یوم آزادی منایا لیکن ملک میں اقلیتوں کی کیا صورتحال ہے اس کے لیے یہ خبر کافی ہو گی کہ ہر سال پانچ ہزار ہندو بھارت ہجرت کر جاتے ہیں' یہ ہندو علاقے کے زورآور اور عاقبت نااندیش لوگوں سے تنگ ہیں' یہ لوگ انھیں اغواء بھی کرتے ہیں۔ ان سے بھتہ بھی وصول کرتے ہیں اور انھیں زبردستی مسلمان بنانے کی کوشش بھی کرتے ہیں' کیا یہ واقعہ افسوسناک نہیں اور کیا یہ ملک کی 70 ویں سالگرہ پر قائداعظم کے فلسفے کی توہین نہیں؟ کیا ہم نے اعتدال کی چادر اتار کر شدت پسندی اور نفرت کی عبا نہیں اوڑھ لی اور کیا ہم ایک ایسے راستے پر نہیں چل نکلے جس کے آخر میں ہم سب کا اپنا اپنا اسلام ہو گا اور ہم دوسروں کو بندوق کی نوک پر اپنا اسلام قبول کرنے پر مجبور کریں گے اور جو شخص ہماری بات نہیں مانے گا ہم اسے گولی مار دیں گے اور گولی مارنے کے بعد خود کو مجاہد بھی قرار دیں گے' کیا ہمارے یہ رویئے ہمیں اس وحشت کی طرف نہیں لے جا رہے ہیں۔ جس کے آخر میں آگ' خون اور نعشوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور انسانیت نے اس وحشت سے بڑی مشکل سے جان چھڑائی تھی' ہم نے اپنے قائد اور اپنے قائد کے ملک کا احترام نہیں کیا' قدرت احسان فراموشوں کو وحشی بنا دیتی ہے اور یہ قدرت کی طرف سے نافرمانی کی کم ترین سزا ہوتی ہے چنانچہ آج اس اسلامی ملک میں مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمان محفوظ ہیں اور نہ ہی غیر مسلم۔ ہم اپنے علاوہ ہر شخص کو قابل گردن زنی سمجھ رہے ہیں' ہم سب اپنے تئیں مفتی ہیں اور ہمارے اندر کا مفتی ہمارے علاوہ تمام لوگوں کو کافر اور سزائے موت کا حقدار سمجھتا ہے چنانچہ ہم نعشوں پر اذان دینے اور نماز پڑھنے کی تیاری کر رہے ہیں اور یہ 70 سال بعد اس قائداعظم کے ملک کا نقشہ ہے جس نے پہلی سرکاری تقریب میں ہندوؤں کو مسلمانوں سے پہلے دعوت بھجوائی تھی اور جس نے مقدس کتابوں کو پبلسٹی کا ذریعہ بنانے سے انکار کر دیا تھا۔

***

ن م راشد ایک عظیم مترجم، ادیب وشاعر

ابن لطیف

ن م راشد کا یوم پیدائش یکم اگست 1910ء ن م راشد۔ یکم اگست 1910ء کو پاکستان کے ضلع گوجرانوالہ کے ایک قصبے اکال گڑھ میں پیدا ہوئے۔اس قصبے کو علی پور چٹھہ کہتے ہیں اور یہ دریا چناب سے چار میل کے فاصلے پر جنوب میں واقع ہے۔اس وقت اس قصبے کی آبادی تین ہزار کے لگ بھگ تھی۔اسی قصبے کے گورنمنٹ ہائی سکول سے 1926ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔شعر کہنے کا شوق اسی ابتدائی طالبِ علمی کے زمانے میں پیدا ہوا۔سب سے پہلی نظم "انسپکٹر" اور" مکھیاں"تھی جو سات آٹھ برس کی عمر میں لکھی۔یہ ایک انسپکٹر پر طنز تھی جو سکول کا معائنہ کرنے آیا تھا اور جس کے سر پر متواتر مکھیوں کا ایک بڑا سا جھنڈ گھوم رہا تھا۔انھوں نے اپنا تخلص گلاب رکھا تھا۔اس نظم پر ان کے والد نے ایک روپیہ انعام دیا تھا۔دادا ڈاکٹر غلام رسول غلامی اردو اور فارسی کے شاعر تھے۔یہ نظم والد نے انھیں بھجوائی اور لکھا کہ آپ کا پوتا آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کر رہا ہے۔دادا نے اس پر ایک شعر لکھ کر بھیجا:

میرے میاں گلاب دہن میں گلاب ہو
خوش بوسے تیری بابا ترا فیض یاب ہو

اور ساتھ ہی نصیحت کی کہ شاعر بننے کی کوشش نہ کرنا کسی کام کے نہ رہو گے۔اور ہمیشہ شعرگوئی سے باز رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔اس نصیحت کے باوجود ن م راشد نے شعرگوئی ترک نہیں کی۔اس پہلی نظم کے بعد انھوں نے کچھ حمدیں، نعتیں اور غزلیں کہیں۔ان میں سے کچھ بعض گم نام رسالوں میں چھپتی رہیں۔خاص طور پر" تفریح" بجنوراور" کائنات" پانی پت میں۔اس وقت قلمی نام متعین نہیں ہوا تھا۔ان رسالوں میں اکثر پورانام چھپتا رہا۔نذر محمد خضر عمر(تاریخی نام) اور بعض دفعہ اس کے ساتھ راجپوت جنجوعہ کا اضافہ بھی ہوتا تھا۔کچھ عرصے تک راشد وحیدی کے نام سے بھی مضامین اور نظمیں لکھیں۔اک آدھ غزل خاطف جبلپوری کے نام سے بھی شائع ہوئی۔

1926ء میں راشد نے اعلیٰ تعلیم کے لئے گورنمنٹ کالج لائلپور میں داخلہ لیا۔مضمون تھے انگریزی،تاریخ،فلسفہ،فارسی اور اردو۔کالج کے رسالے"بیکن" کے طالب علم ایڈیٹر بنائے گئے۔اس زمانے میں انھوں نے انگریزی میں کئی مضمون لکھے۔اس کالج سے انٹرمیڈیٹ پاس کرنے کے بعد 1928ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔اس کالج کے مشاعروں میں حصہ لیتے رہے۔کالج کے رسالے’’راوی‘‘کے اردو حصے کے ایڈیٹر رہے اوراس میں ان کی کئی نظمیں اورمزاحیہ مضامین شائع ہوا۔1930ء میں بی اے پاس کر کے اقتصادیات کے ایم۔اے میں داخل ہوا۔اسی زمانے میں آئی۔سی۔ایس کے امتحانوں میں شرکت کی اور فیل ہوئے۔فرانسیسی زبان کی شبانہ کلاسوں میں شریک ہوکر انٹرمیڈیٹ کے مماثل امتحان کامیاب کی اور بے کاری سے تنگ آ کر منشی فاضل کا امتحان بھی پاس کر ڈالا۔دسمبر1934ء میں مولانا تاجور نجیب آبادی کے اصرار پر ان کے رسالے’’شہکار‘‘ کی ادارت قبول کی لیکن 1935ء میں مولانا مرحوم کی بدمعالگی کے باعث علیحدگی اختیار کی پھر ملتان میں کمشنر کے دفتر میں کلرک ہو گئے۔اس زمانے میں راشد نے کئی اچھی نظمیں لکھیں۔

دسمبر1935ء میں شادی ہوئی۔بیوی ماموں زاد تھیں۔ان سے پانچ بچے ہیں ، نسرین ، یاسمین، شاہین،شہریار اورتمزین۔مئی 1938ء میں پروگرام اسسٹنٹ کی حیثیت سے آل انڈیا ریڈیو میں ان کا تقرر ہوا۔کوئی تین ہفتے لاہور سٹیشن پر رہے۔پھر چارسال تک دلی اسٹیشن پر کام کیا اور پروگرام ڈائریکٹر بنا دیئے گئے۔دسمبر1943ء میں فوج میں عارضی کمیشن پا کر سمندر پار چلے گئے۔چھ ماہ عراقمیں،ڈیڑھ برس ایران میں،چھ ماہ مصرمیں اورسیلون میں چھ ماہ گزارے۔مئی 1947ء میں فوج سے رُخصت ہوکر آل انڈیا ریڈیو میں واپس آ گئے اور لکھنو کے اسٹیشن پر اسسٹنٹ ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔تقسیم کے بعد ریڈیو پاکستان کے پشاوراسٹیشن پر اسی حیثیت سے منتقل ہو گئے۔ایک سال پشاور میں اورایک سال چھ ماہ کے قریب لاہوراسٹیشن پرگزارے۔1949ء میں ریڈیو پاکستان کے ہیڈکوارٹرکراچی میں ڈائریکٹر پبلک ریلیشنز رہے۔1950ء سے 1952ء تک پشاور اسٹیشن پر ریجنل ڈائریکٹر کی خدمت پرفائز رہے۔اکتوبر1952ء میں اقوام متحدہ میں شامل ہوئے۔اس

دوران اس وقت چار سال نیو یارک میں، ڈیڑھ سال جکارتہ میں، ساڑھے تین سال کراچی میں پھر چھ سال نیو یارک میں گزارے، تقریباً تین سال تہران میں اقوام متحدہ کے مرکز اطلاعات کے ڈائریکٹر رہے۔ اکتوبر 1961ء میں بیوی انتقال کر گئیں ستمبر 1963ء میں راشد نے دوسری شادی کی۔ یہ بیوی باپ کی طرف سے اطالوی اور ماں کی طرف سے انگریز تھی۔ روم کے بین الاقوامی مدرسے میں دس سال اور نیو یارک کے بین الاقوامی مدرسے میں تین سال معلمہ رہ چکی تھیں۔ ان سے ایک بچہ عمر ہے۔

اس زمانے میں ن م راشد کے کلام کے تین مجموعے ماورا (1942ء) ایران میں اجنبی (1955ء) اور لا انسان (1969ء) میں شائع ہوئے تھے۔ انھوں نے چند کتابوں کے ترجمے بھی کیے جن میں الگزانڈر کوپرین کے ناول "یاما" ولیم سیرویں" کے ناول" ماما آئی لو یو" اور لورین آئزلے کی کتاب " وقت کا آسمان" کے ترجمے چھپے۔ جدید فارسی شاعروں کا مطالعہ بھی کیا ان میں سے بائیس شاعروں کی اسی نظموں کا اردو ترجمہ کیا۔ (بشکریہ اردو کلاسک)

حقیقی دانشور اور ادیب کسی بھی قوم میں دماغ کی حیثیت رکھتے ہیں

سر پھروں کا یہ اقلیتی فرقہ ہر دور میں قوموں کی فکر اور سوچ کی راہوں کا تعین کرتا رہا ہے۔ یہی لوگ غلامی اور مایوسی کے اندھیروں میں قوموں کو روشنی اور اُمید کی کرن دکھاتے آئے ہیں۔ تاریخ کے اوراق پر نظر دوڑائیں تو زندہ قومیں اپنے ادیبوں اور دانشوروں کو عزت اور وقار سے نوازتی اور ان کے مشوروں کا احترام کرتی نظر آتی ہیں۔۔۔اس کے برعکس جب کسی قوم میں عزت اور وقار کے معیار عقل، علم، حکمت اور دانش کی بجائے مال و زر کی بنیاد پر پرکھے جانے لگیں...تو...تو...یہ علامت ہے اس بات کی کہ اقدار اور اقتدار کا یہ عصا دابۃ الارض کی خوراک بننا شروع ہو گیا ہے۔ اور...ایسے میں دانشوروں، ادیبوں، حکماء اور علماء کی جگہ ضمیر فروشوں اور قلم فروش ٹولے کے لئے کھل کھیلنے کا میدان سج چکا ہے ضمیر اور قلم فروشی کا یہ دھندا جسم فروشی اور عصمت فروشی سے کہیں زیادہ مکروہ اور تعفن زدہ ہے۔...عصمت فروشی کا نفع ونقصان یا سود وزیاں چند لوگوں تک محدود رہتا ہے۔ جبکہ تاریخ کے بے شمار اوراق اس بات کے گواہ ہیں کہ ضمیر فروشی اور قلم فروشی کے سبب قومیں فکری اور ذھنی ایڈز کا شکار ہو جاتی رہی ہیں۔...اللہ تعالی میری قوم کو ان ابن الوقتوں کو پہچاننے اور ان سے محفوظ رہنے کی توفیق دے۔...حالانکہ بظاہر یہ قوم قدرت سے تعاون کرنے پر آمادہ نظر نہیں آتی...

مختلف حوالوں سے دستیاب شریف خاندان کی دولت اور اثاثوں کی تفصیل اخبارات سے

"مجھے کیوں نکالا..."

لندن پارک لین کے 4 فلیٹس جن کی ملکیت سے 25 سال تک انکار کرتے رہے اور آج اقرار کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ لندن میں الفورڈ میں واقع 33 اور 25 منزلہ پوائنیر پوائنٹ کے نام سے دو ٹاورز جنکی مالیت کئی سو ملین پاؤنڈ بتائی جاتی ہے۔ ھائیڈ پارک لندن میں دنیا کے مہنگے ترین فلیٹس میں سے دو فلیٹ جنکی مجموعی مالیت 150 ملین پاؤنڈ کے قریب ہے۔ لندن کے مشرقی علاقے میں 340 مختلف پراپرٹیز بشمول تین فلیٹس 17 ایون فیلڈ ھاؤس، 118 پارک لین جسکی مالیت 12 ملین پاؤنڈ ہے۔ فلیٹ نمبر 8 بور ووڈ پلیس لندن ڈبلیو 2 مالیت 7 لاکھ پاؤنڈ فلیٹ نمبر 9 بور ووڈ پلیس لندن ڈبلیو 2 مالیت 9 لاکھ پاؤنڈ ۱۰ ڈیوک مینشن، ڈیوک سٹریٹ لندن ڈبلیو 1, مالیت 5.1 ملین پاؤنڈ

فلیٹ نمبر 12 اے، 118 پارک لین میفیر، لندن ایس ڈبلیو 1 مالیت 5 لاکھ پاؤنڈ فلیٹ نمبر 2، 36 گرین سٹریٹ، لندن ڈبلیو 1 مالیت 8 لاکھ پاؤنڈ، 11 گلوسٹر پلیس، لندن ڈبلیوون، مالیت نا معلوم ان کے علاوہ عین بکنگھم پیلس کے قریب جائداد جسکی مالیت 5.4 ملین پاؤنڈ ہے۔ ۱۴۸ نیل گوین ھاؤس سلون ایونیو میں فلیگ شپ کمپنی کے سیکٹری مسٹر وقار احمد رہائش پزیر ہیں وہ بھی انہی کی ملکیت ہے۔ سنٹرل لندن کے آس پاس 80 ملین پاؤنڈ کی جائدادیں۔ کچھ عرصہ پہلے حسین نواز نے لندن رئیل اسٹیٹ میں ایک ہی وقت میں 2.1 ارب ڈالر یا 1200 ملین ڈالر کی سرمایہ کاری کر کے دنیا کو حیران کر دیا تھا۔ اسکا چرچا پاکستانی میڈیا پر بھی ہوا تھا * جو آپ کو با آسانی گوگل پر مل جائیگا۔

پاکستان میں نواز شریف لاہور میں جس گھر میں رہائش پزیر ہیں اس کو راؤنڈ محل کہا جاتا ہے۔ اسکا احاطہ 25000 ہزار کنال پر محیط ہے۔ اسکی مارکیٹ ویلیو اربوں روپے میں بنتی ہے۔ مری میں ایک عالی شان محل نما گھر۔

چھانگا گلی ایبٹ آباد میں زمین اور ایک مکان، مال روڈ مری پر ایک بنگلہ شیخوپورہ میں 88 کنال کی ایک زمین، لاہور اپر مال میں ایک مکان، ۱۷۰۰ کنال کی مختلف جائدادیں، ان تمام گھروں کا سالانہ بجٹ 27 کروڑ روپے ہے۔ ان گھروں میں کام کرنے والے ملازمین اور افیسرز کی کل تعداد 1766 ہے جنکا ماہانہ خرچ 6 کروڑ روپے ہے۔ بحوالہ سی این بی سی صرف نواز شریف کے ہاتھ پر بندھی ہوئی گھڑی کی قیمت 6.4 ملین ڈالر ہے جو عمران خان کے کل اثاثوں سے زیادہ ہے (اب شائد بنی گالہ گھر کی مارکیٹ ویلیو بڑھ گئی ہے) ان کے علاوہ نواز شریف کی سعودی عرب، دبئی، سپین اور استنبول میں بھی رہائش گاہیں ہیں۔ نواز شریف کا کاروبار پاکستان سمیت دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہے۔ جو زیادہ تر رئیل اسٹیٹ، سٹیل، شوگر ملز، پیپر ملز اور فارمنگ پر مشتمل ہے۔ پاکستان میں نواز شریف اتفاق گروپ اور شریف گروپ نامی دو دیوہیکل گروپ آف کمپنیز کے مالک ہیں۔ جنکی ذیلی کمپنیوں میں کم از کم 11 شوگر ملز اور 15 انڈسٹریل اسٹیٹس شامل ہیں۔ ان کاروباری اداروں کے ماتحت کام کرنے والی کچھ کمپنیوں کے نام یہ ہیں۔ حوالہ سی این بی سی رمضان شوگر ملز غالباً پاکستان کی سب سے بڑی شوگر مل ہے۔

رمضان انرجی لمیٹڈ، شریف ایگری فارمز، شریف پولٹری فارمز، شریف ڈیری فارمز، شریف فیڈ ملز، رمضان شوگر کین ڈیویلپمنٹ فارم، مہران رمضان ٹیکسٹائلز رمضان ٹرانسپورٹ، رمضان بخش ٹیکسٹائل ملز محمد بخش ٹیکسٹائل ملز حمضی سپننگ ملز چودھری شوگر ملز، اتفاق فاونڈری پرائیویٹ لمٹڈ، حدیبیہ انجینر نگز، خالد سراج انڈسٹریز، علی ہارون ٹیکسٹائل ملز، حنیف سراج ٹیکسٹائل ملز، فاروق برکت پراویٹ لمٹڈ، عبدالعزیز ٹیکسٹائل ملز، برکت ٹیکسٹائل ملز، صندل بار ٹیکسٹائل ملز حسیب وقاص رائس ملز، سردار بورڈ اینڈ پیپر ملز، ماڈل ٹریڈنگ ہاوس پراویٹ لمٹڈ حسیب وقاص گروپ، حسیب وقاص شوگر ملز، حسیب وقاص انجینیر نگ، حسیب وقاص فارمز لمٹڈ، حسیب وقاس رائس ملز حمظی بورڈ ملز، اتفاق برادرز پراویٹ لمٹڈ، الیاس انٹر پرائسز، حدیبیہ پیپر ملز، اتفاق شوگر ملز، برادرز سٹیل ملز، برادر ٹیکسٹائل ملز، اتفاق ٹیکسٹائل یونٹس، خالد سراج ٹیکسٹائل ملز، یو اے ای میں ایک سٹیل مل، سعودی عرب اور جدہ کی سٹیل ملز سے آپ واقف ہیں۔

دبئی میں وہ اپنے ہی بیٹے کی کمپنی میں ملازم ہیں۔ انکی ایک شوگر مل کینیا میں ہے۔ نیوزی لینڈ کی سرکاری سٹیل کمپنی کے 49 فیصد شیئرز نواز شریف کے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے مشہور پاکستانی ٹی وی اینکر مبشر لقمان نے اپنے ایک پروگرام میں انکشاف کیا کہ محمد منشاء کی ملکیت کئی کمپنیاں دراصل نواز شریف کی ہیں اور محمد منشاء انکے فرنٹ مین ہیں۔ یہ کمپنیاں نجکاری کے ذریعے خریدی گئیں۔ ان میں۔ پاکستان میں تیل سے بجلی بنانے والی آئی پی پیز جن کو نواز شریف نے آتے ہی 400 ارب روپے یا 4000 ملین ڈالر ادا کیے تھے۔ ایم سی بی بینک، ملت ٹریکٹرز، ڈی جی خان سمینٹ نمایاں ہیں۔ میری لندن تو کیا پاکستان میں بھی کوئی جائیداد نہیں ہے‘‘۔ مریم نواز، نوٹ۔ بینکوں میں موجود نقد رقوم کا حساب کتاب نہیں لکھا۔

بہترین آپشن - رجل خوشاب

ہمارے پاس آپشن موجود ہیں مثلاً اگر آپ نے یہ دیکھنا ہو کہ قیامت کب آئے گی تو ڈاکٹر شاہد مسعود بہترین انتخاب ہے، اور اگر یہ دیکھنا ہو کہ پاکستان کتنے دن کا مہمان ہے (خاکم بدہن) تو کامران خان اچھا انتخاب ہے اور اگر پاکستان میں مکمل امن اور امان دیکھنا ہو تو پی ٹی وی لاجواب ہے، پڑھے لکھے لوگوں کی جاہلیت دیکھنا ہو تو کوئی سا ٹاک شو دیکھ لیا ایک لاکھ کے کام میں ایک کروڑ کی کرپشن تو،، روؤف کلاسرا۔ مسلم لیگ کی حمایت بمعہ آنکھیں نکالنا دیکھنا ہو تو جاوید چوہدری ۔ لائیوڈانس بمعہ... ایاك نعبد... عمرانی جلسہ... لیگی مجرے کا پی ہو کر آتے ہیں... کھیرا کاٹنے کا اسلامی طریقہ، مدنی چینل... گھر سمجھ داری اور کفایت شعاری کیلئے... تین تین بار طلاق یافتہ... باجیاں... صبح سویرے دستیاب ہیں... بندر تماشا کی ذمہ داری... ڈاکٹر عامر لیاقت کی ہے... الغرض ابھی ستر چینل مزید باقی ہیں تفصیل کسی اگلی نشست میں... اور ہاں... اگر اس سب سے دل بھر جائے تو... ٹی وی بند کردیں۔

اعوذ باللہ ان اکون من الجاھلین

اسلامی جمہوریہ چین زیرو پوائنٹ

جاوید چودھری

آپ کو چین سے ڈیل کرنے کیلئے چینی کریکٹر کو سمجھنا ہوگا' چین کا کریکٹر چار اُصولوں پر استوار ہے' برداشت' تسلسل' خود انحصاری اور عاجزی' یہ چاروں خوبیاں چین کے بانی ماؤزے تنگ میں بھی موجود تھیں' آپ ماؤزے تنگ کی برداشت ملاحظہ کیجئے' دنیا کا بہادر سے بہادر ترین انسان بھی اکلوتی اولاد کی موت پر آنسو' خارش کے وقت ہاتھ اور لطیفے کے وقت قہقہہ کنٹرول نہیں کر سکتا لیکن چین کے بانی ماؤزے تنگ کو ان تینوں پر کنٹرول تھا' کوریا کے ساتھ جنگ ہوئی' ماؤ نے اپنا اکلوتا بیٹا جنگ میں بھجوا دیا' بیٹے کی نعش واپس آئی' یہ کہہ کر رونے سے انکار کر دیا ''میں اس غم میں اکیلا نہیں ہوں' میرے جیسے ہزاروں والدین کے بچے اس جنگ میں مارے گئے' میں پہلے ان کے آنسو پونچھوں گا'' ماؤ نے اسّی سال کی عمر میں سردیوں کی یخ رات میں اعلان کر دیا میں دریائے شنگھائی تیر کر عبور کروں گا' سارا شہر جنوری کی اس رات دریا کے کنارے اکٹھا ہو گیا' بابا جی پل پر پہنچے' کپڑے اُتارے اور منجمد دریا میں چھلانگ لگا دی' تیر کر دوسرے کنارے پہنچے اور وہاں سے تیرتے ہوئے واپس لوٹے۔ لوگ حیران رہ گئے' ماؤ کو انگریزی زبان پر عبور تھا' مغرب میں چھپنے والی ہر اچھی کتاب منگوا کر پڑھتے تھے۔

رچرڈ نکسن 1972ء میں ماؤزے تنگ سے ملنے گئے تو ماؤ نے انہیں ان کی کتابیں دکھائیں' نکسن یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ ماؤزے تنگ نے نا صرف ان کی کتابیں پڑھ رکھی تھیں بلکہ اوراق پر ''فٹ نوٹس'' بھی تھے اور بعض جگہوں پر سوالیہ نشان بھی لیکن اس تمام تر انگریزی دانی کے باوجود ماؤزے تنگ نے پوری زندگی کسی دوسرے شخص کے سامنے انگریزی کا ایک لفظ نہیں بولا۔ اس کی وجہ چین اور چینی زبان سے محبت تھی' وہ کہتے تھے ''میں دنیا کو بتانا چاہتا ہوں چین گونگا نہیں' اس کی ایک زبان ہے اور اگر دنیا ہمارے قریب آنا چاہتی ہے' یہ ہمیں سمجھنا چاہتی ہے تو اسے ہماری زبان سمجھنا اور جاننا ہوگی''۔

ماؤزے تنگ نے پوری زندگی کسی دوسرے ملک کا دورہ نہیں کیا' انہوں نے کبھی کسی دوسری زمین پر پاؤں نہیں رکھا' وہ کہتے تھے میں چین کا لیڈر ہوں' چین میں رہوں گا چنانچہ ان کی جگہ چو این لائی دوسرے ممالک کے دورے کرتے تھے اور آپ برداشت کی انتہا دیکھئے' وہ انگریزی زبان سمجھتے تھے لیکن جب انہیں انگریزی زبان میں کوئی لطیفہ سنایا جاتا تھا وہ خاموش بیٹھے رہتے تھے' قہقہہ تو دور ان کی آنکھوں کا رنگ تک تبدیل نہیں ہوتا تھا لیکن جونہی اس لطیفے کا چینی زبان میں ترجمہ کیا جاتا تھا' وہ کھلکھلا کر ہنستے تھے اور ان کا قہقہہ وہاں موجود تمام لوگوں سے بلند ہوتا تھا' یہ وہ لیڈر شپ تھی جس نے جنگ' اسلحہ اور فوج کے بغیر چین کو دنیا کی اُبھرتی ہوئی سپر پاور بنا دیا' جس نے اپنے ازلی دشمنوں کو ''میڈ اِن چائنا'' پر مجبور کر دیا لہٰذا آج امریکا کے قومی دن پر بھی آتش بازی کا سامان چین سے منگوایا جاتا ہے اور امریکی جھنڈوں اور امریکی سوینیئرز تک کے نیچے ''میڈ اِن چائنا'' لکھا ہوتا ہے اور آپ دنیا کے کسی کونے میں چلے جائیں' آپ مصنوعات کی کسی دکان میں قدم رکھ کر دیکھیں' آپ ''میڈ اِن چائنا'' سے نہیں بچ سکیں گے' آپ چین کا کمال دیکھئے' چین کی 70 فیصد آبادی لادین ہے لیکن یہ پوری اسلامی دنیا کو تسبیح اور جائے نماز سپلائی کرتی ہے' چین دنیا میں سب سے زیادہ جائے نماز' تسبیحات اور احرام بناتا ہے' یہ کیا ہے؟ یہ سب چین کی اس قیادت کا کمال ہے جس کے پاس پوری زندگی تین جوڑے کپڑے' جوتوں کے دو جوڑے اور ایک سائیکل تھی اور جس نے زندگی کی آخری ساعتیں تین مرلے کے گھر میں گزاری تھیں۔

آپ کو شاید یہ جان کر حیرت ہوگی پاکستان چین کی پہلی کھڑکی تھا' چین کے لوگوں نے پاکستان کے ذریعے دنیا کو دیکھنا شروع کیا' پی آئی اے پہلی انٹرنیشنل ایئر لائن تھی جس کے جہاز نے چین کی سرزمین کو چھوا' اس لینڈنگ پر پورے چین میں جشن منایا گیا' پاکستان نے ایوب خان کے دور میں چین کو تین

جہاز فروخت کئے' ان میں سے ایک جہاز ماؤزے تنگ استعمال کرتے تھے' اس جہاز پر آج بھی ’’کرٹسی بائی پاکستان‘‘ لکھا ہے۔

پاکستان پہلا ملک تھا جس نے چینی مصنوعات کی امپورٹ کی اجازت دی اور ہم ایک طویل عرصے تک چین کے ریزر اور سوئیاں استعمال کرتے رہے' پاکستان نے چین کے مسلمانوں کو حج اور عمرے کی سہولت بھی دی' چین کے حاجی بسوں کے ذریعے پاکستان پہنچتے تھے اور پاکستان انہیں حجاز مقدس تک پہنچانے کا بندوبست کرتا تھا اور پاکستان کا ویزہ کبھی چین کے لوگوں کی سب سے بڑی خواہش ہوتا تھا لیکن آج وہ چین دنیا میں ترقی کی انتہا کو چھو رہا ہے' یہ چین 46 ارب ڈالر کے منصوبے لے کر پاکستان آتا ہے تو ہم اسے اپنی تاریخ کا اہم ترین واقعہ قرار دیتے ہیں' چین آگے نکل گیا جبکہ ہم اپنے ہی مزار کے مجاور بن کر رہ گئے' ہم نے کبھی چین کی ترقی اور اپنی تنزلی کا جامع تجزیہ نہیں کیا' ہم نے کبھی ان وجوہات کا جائزہ نہیں لیا جن کے باعث چین چین ہو گیا' جن کے باعث چین نے چاند تک ’’میڈ اِن چائنا‘‘ کی مہر پہنچا دی' جن کے ذریعے چین نے نا صرف اپنے سوا ارب لوگوں کو روزگار' صحت' تعلیم اور شاندار زندگی فراہم کی بلکہ وہ دنیا بھر کے ساڑھے چھ ارب لوگوں کی ماں بھی بن گیا۔ ہم نے کبھی چین کی ترقی کا سائنسی بنیادوں پر تجزیہ نہیں کیا' آپ کو شاید یہ جان کر حیرت ہو پورے یورپ میں ایسے 39 شہر ہیں جن کی آبادی دس لاکھ سے زیادہ ہے جبکہ چین نے پچھلے تیس برسوں میں 160 ایسے نئے شہر آباد کئے ہیں جن کی آبادی دس لاکھ سے زائد ہے اور ان میں دنیا کی تمام جدید سہولتیں موجود ہیں' آج مرسڈیز کاروں کا سب سے بڑا کارخانہ چین میں ہے۔

آج یورپ' امریکا اور پاکستان میں ایسی سبزیاں اور فروٹ ملتا ہے جس پر چائنا کا سٹیکر لگا ہوتا ہے اور آج دنیا کی 36 ہزار ملٹی نیشنل کمپنیاں چین میں فیکٹریاں لگانے پر مجبور ہیں لیکن ہم نے کبھی چین کی اس ترقی کی وجوہات تلاش کرنے کی کوشش کی اور نہ ہی اپنے زوال کے شواہد اکٹھے کئے' ہم نے کبھی نہیں سوچا چین کی ترقی کے چار اصول تھے۔ مخلص لیڈر شپ' ان تھک محنت' اپنی ذات پر انحصار اور خودداری۔ چین نے کبھی دوسری اقوام کے سامنے کشکول نہیں رکھا' اس نے ہمیشہ اپنے وسائل پر انحصار کیا' یہ لوگ پندرہ' پندرہ گھنٹے کام کرتے ہیں اور جب اس کام سے فارغ ہوتے ہیں تو دوسروں کے کام میں ہاتھ بٹاتے ہیں اور ان کی لیڈر شپ نے اپنا تن' من اور دھن قوم پر وار دیا' ان کے لیڈر کا جنازہ تین مرلے کے مکان سے نکلا اور اس نے پوری زندگی کسی دوسرے ملک میں قدم نہیں رکھا' ہم نے کبھی یہ نہیں سوچا چین کی یہ چاروں خوبیاں ہماری سب سے بڑی کمزوریاں ہیں' ہم نے کشکول کو اپنی معیشت بنا رکھا ہے' ہم دوسروں کے وسائل پر انحصار کرتے ہیں' ہم دنیا میں سب سے زیادہ چھٹیاں کرنے والے لوگ ہیں اور ہماری ساری لیڈر شپ کی جڑیں ملک سے باہر ہیں' ان کی اولادیں اور گھر تک دوسرے ملکوں میں ہیں چنانچہ ہم آج افغانستان سے لے کر روانڈا تک دوسرے ملکوں کے محتاج ہیں' ہم سانس تک اُدھار کی لیتے ہیں' ہمیں روٹی بھی دوسرے فراہم کرتے ہیں۔ کاش ہم چین کے صدر شی چن پنگ سے عرض کرتے جناب آپ ہمیں 46 ارب ڈالر کے منصوبے نہ دیں' آپ ہمیں عزت کی روٹی کھانے اور غیرت کے ساتھ زندہ رہنے کا درس دے دیں' آپ ہمیں مچھلی نہ دیں آپ ہمیں مچھلی پکڑنے کا طریقہ سکھا دیں۔ کاش ہم چین کے لیڈر سے پاکستان کو چین بنانے کا گر سیکھ لیتے کیونکہ قوموں کو امداد اور سمجھوتے نہیں چاہئیں ہوتے' انہیں عزت اور غیرت کی گھٹی درکار ہوتی ہے اور ہم نے آج تک کسی سے یہ دولت نہیں لی۔

ہم نے آج تک کسی قوم' کسی ملک سے یہ ہنر سیکھنے کی کوشش نہیں کی' آپ یقین کیجئے ہم 68 سال سے مردار خور اور بھکاریوں کی زندگی گزار رہے ہیں' ہم کبھی افغانستان میں امریکا اور روس کی پھینکی ہڈیاں چوستے ہیں' کبھی دہشت گردی کے خلاف جنگ کے پنجر پر بیٹھ کر گوشت نوچتے ہیں اور کبھی سعودی عرب یمن جنگ سے فائدہ اُٹھانے کے منصوبے بناتے ہیں' دنیا جب ان تمام بحرانوں سے نکل جاتی ہے' یا اپنے معاملات' اپنے مسائل حل کر لیتی ہے تو ہم کشکول بن کر دوستوں سے دوستی کی خیرات کی اپیل کرنے لگتے ہیں' ہم نے آج تک خود کو قوم سمجھا اور نہ ہی قوم کی طرح اپنی نسلوں کی پرورش کی' ہم 18 کروڑ بھکاری ہیں اور ہم ہر سال ان بھکاریوں میں پانچ دس لاکھ نئے بھکاریوں کا اضافہ کر دیتے ہیں اور یہ بھکاری بھی بڑے ہو کر اپنے بزرگوں کی طرح دنیا کی طرف دیکھنے لگتے ہیں' کاش ہم آج ہی جاگ جائیں' ہم آج ان 46 ارب ڈالروں کو آخری امداد' آخری سرمایہ کاری سمجھ کر اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کا فیصلہ کر لیں' ہم یہ اعلان کر دیں' ہم دنیا کیلئے اگلا چین ثابت ہوں گے' ہم بیس تیس سال بعد وہاں ہوں گے جہاں دنیا ہمارے صدر کو وہ مقام دے گی جو ہم نے آج شی چن پنگ کو دیا' کاش ہم اپنے نیچے والے ہاتھ کو اوپر والا ہاتھ بنا لیں' کاش ہم چین بن جائیں' اسلامی جمہوریہ چین۔

***

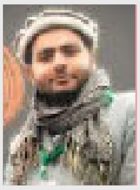

قائداعظم کا 11 اگست 1947 کا خطاب

ندیم احمد فرخ

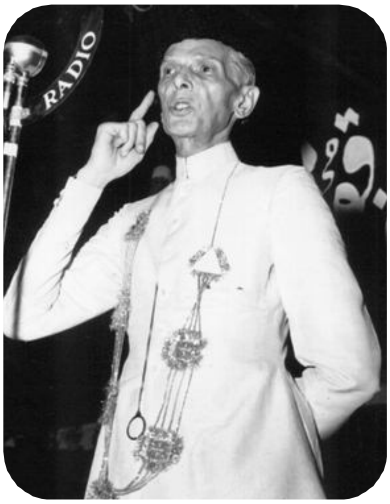

جب ہندوستان کی تقسیم مکمل ہوگئی تو قائداعظم اس نوزائیدہ ریاست جس کا نام ''پاکستان'' تھا اس کے پہلے گورنر جنرل منتخب کر لئے جاتے ہیں۔ اس موقع پر قائداعظم نے ریاست، نظریہ پاکستان اور امور ریاست پر ایک خطاب فرمایا اس خطاب کو قائداعظم کا قانون ساز اسمبلی کا پہلا خطاب بھی کہا جاتا ہے۔ بلا شبہ یہ خطاب عالمی طور پر بھی بے حد مقبول ہوا تھا۔ قائد اعظم نے اس خطاب میں مختلف امور جن میں ریاست، مذہبی آزادی، قانون کی حکمرانی اور مساوات کو نہایت عمدہ طریق سے بیان کیا اور اسی خطاب میں جناب جناح نے مذہب اور ریاست کو الگ الگ پیش کیا۔ گویا 11 اگست 1947 کے خطاب میں آپ نے پاکستان کیبارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا کہ پاکستان کیسا ہوگا میں اس تقریر کا کچھ حصہ لکھتا ہوں کہ آپ کیسا پاکستان چاہتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔

''اگر ہمیں پاکستان کی اس عظیم الشان ریاست کو خوشحال بنانا ہے تو ہمیں اپنی تمام تر توجہ لوگوں کی فلاح و بہبود کی جانمبذول کرنا چاہیے۔ خصوصاً عوام اور غریب لوگوں کی جانب۔ اگر آپ نے تعاون اور اشتراک کے جذبے سے کام کیا تو تھوڑے ہی عرصہ میں اکثریت اور اقلیت، صوبہ پرستی اور فرقہ بندی اور دوسرے تعصّبات کی زنجیریں ٹوٹ جائیں گی۔ ہندوستان کی آزادی کے سلسلہ میں اصل رکاوٹ یہی تھی۔ اگر یہ نا ہوتیں تو ہم کبھی کے آزاد ہو گئے ہوتے۔ اگر یہ آلائشیں نہ ہوتیں تو چالیس کروڑ افراد کو کوئی زیادہ دیر تک غلام نہ رکھ سکتا تھا۔ یورپ خود کو مہذب کہتا ہے لیکن وہاں پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک خوب لڑتے ہیں۔ وہاں کی بعض ریاستوں میں آج بھی افتراق موجود ہے مگر ہماری ریاست کسی تمیز کے بغیر قائم ہو رہی ہے۔ یہاں ایک فرقے یا دوسرے فرقہ میں کوئی تمیز نا ہوگی ہم اس بنیادی اصول کے تحت کام شروع کر رہیہیں کہ ہم ایک ریاست کے باشندے اور مساوی باشندے ہیں۔ آپ آزاد ہے آپ اس لئے آزاد ہیں کہ اپنے مندروں میں جائیں آپ آزاد ہیں کہ اپنی مسجدوں میں جائیں یا پاکستان کی حدود میں اپنی کسی عبادتگاہ میں جائیں آپ کا تعلق کسی مذہب کسی عقیدے یا کسی ذات سے ہو اس کا مملکت کے مسائل سے کوئی تعلق نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں یہ بات بطور نصب العین اپنے سامنے رکھنی چاہیے اور آپ یہ دیکھیں گے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہندو ہندو نہ رہے گا اور مسلمان مسلمان نہ رہے گا مذہبی مفہوم میں نہیں کیوں کہ یہ ہر شخص کا ذاتی عقیدہ ہے بلکہ سیاسی مفہوم میں اس مملکت میں اس مملکت کے ایک شہری کی حیثیت سے۔

سید محمد ذوالقرنین زیدی نے 1970 کی دہائی کے وسط میں 13 انٹرویوز ان شخصیات سے لئے جو قائداعظم سے خود ملے تھے اور 1970 تک زندہ تھے۔ ان انٹرویوز کو 1990 میں قومی ادارہ برائے تحقیق، تاریخ و ثقافت اسلام آباد نے ''قائداعظم کے رفقاء سے ملاقاتیں'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ ان انٹرویوز میں قائداعظم کی 11 اگست والی تقریر کے متعلق چوہدری نذیر احمد جو کہ ساہیوال سے پہلی آئین ساز اسمبلی کے ممبر تھے اور وزیراعظم لیاقت علی خان کی کابینہ کے وزیر صنعت بھی رہے وہ بیان کرتے ہیں کہ۔ ''اس وقت بعض لوگ کہنے لگے قائداعظم نے جو یہ فرمایا ہے کہ ہندو اپنے مندروں میں جائیں۔ مسلمان اپنی مسجدوں میں اور عیسائی اپنے گرجوں میں وغیرہ تو کیا یہ بات اسلامی نظریہ کے مطابق

ہے؟ قائداعظم کی رائے کی مخالفت کرنا تو قریب قریب گناہ کے مترادف تھا لیکن اتنا مجھے یاد ہے کہ ہم لوگ آپس میں بیٹھ کر یہ باتیں کرتے تھے کہ قائداعظم سے اس کے بارے میں بات چیت کریں گے کہ ان کا صحیح مطلب کیا ہے۔کوئی کہتا تھا کہ قائداعظم نے اسلامی ریاست کے تصور کو ترک کر دیا ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے قائداعظم نے اسلامی ریاست کے تصور کو ترک تو نہیں کیا تھا اور نہ ہی انہوں نے اس رنگ میں پیش کیا جس میں اقبال نے پیش کیا تھا ابھی تو مسلمانوں کے وطن کے سلسلے میں سارا نقشہ ذہین میں نہیں اُترا تھا کیونکہ اس وقت گھمبیر مسائل پاکستان کو درپیش تھے جس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے اور پھر مسلمانوں کا اتنا قتل عام ہو رہا تھا جس کا قائداعظم کے دل اور دماغ پر بڑا اثر تھا۔تو میرے خیال میں بھی اسلامی ریاست کا نقشہ ان کے ذہن میں اُبھرا نہیں تھا یا ان کو موقعہ نہیں ملا تھا کہ اس کو واضح کریں۔اس کتاب میں مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے رکن محمد ایوب کھوڑو نے قائداعظم کی 11 اگست والی تقریر کے متعلق بیان کیا کہ:

''جناح کی وہ تقریر بہت اچھی تھی ان کی یہ خواہش نہیں تھی کہ اقلیتیں پاکستان کو چھوڑ کر چلی جائیں ہندوستان میں ہمارے 4 کروڑ مسلمان رہ گئے تھے وہ اس ریاست کو مذہبی ریاست کا رنگ دینا نہیں چاہتے تھے وہ اُلو کے پٹھے ہیں جو جناح کو ولی اللہ بنا رہے ہیں وہ غلط ہیں وہ کوئی ولی اللہ نہیں تھے وہ ایک سیاست دان تھے اور مدبر تھے وہ بدلے ہوئے حالات میں مسلم لیگ کا کردار بھی بدلنے کا ارادہ رکھتے تھے۔''

قائداعظم کی 11 اگست کی تقریر کی وجہ سے ہی بھارتی سیاست دان ایل کے ایڈوانی نے پاکستان میں مزارِ قائد پر مہمانوں کے تاثرات کی ڈائری میں لکھا تھا کہ ''دنیا میں کئی لوگ ہیں جو تاریخ پر انمٹ نقوش چھوڑ جاتے ہیں لیکن بہت کم لوگ ایسے ہیں جو دراصل تاریخ تخلیق کرتے ہیں۔ قائداعظم تاریخ تخلیق کرنے والے چند لوگوں میں سے ایک ہیں۔

''ایل کے ایڈوانی نے یہ بھی لکھا کہ ''آپ ہندو مسلم اتحاد کے سفیر ہیں'' اور ایل کے ایڈوانی نے مسٹر جناح کی 11 اگست کی تقریر کا حوالہ بھی دیا اور اس کو سراہا بھی۔قائداعظم نے 11 اگست کی تقریر میں زبانی طور پر مذہبی آزادی کا اظہار کر دیا مگر اس کے ساتھ ساتھ ان کی عملی زندگی بھی مذہبی آزادی کی علامت تھی اور ان کی سیاست مذہبی اور مسلکی پابندیوں سے آزاد تھی جس کا عملی ثبوت یہ تھا کہ پاکستان کے پہلے وزیر قانون ہندو، پاکستان کے پہلے چیف جسٹس عیسائی اور پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ احمدی تھے۔ایک مرتبہ قائداعظم سے کسی نے پوچھا کہ:

آپ شیعہ ہیں یا سنی قائداعظم نے اُلٹا اس سے سوال کیا: حضرت محمد ﷺ مذہباً کیا تھے؟ اس شخص نے کہا: مسلمان قائداعظم نے کہا: میں بھی مسلمان ہوں اگر آج ہم پاکستان کو دیکھیں تو اس میں ہمیں تفریق نظر آئے گی جس کے قائداعظم حامی نہ تھے آج ''میں مسلمان تو کافر'' نظر آئے گا جس کے قائداعظم حامی نہ تھے۔آج اقلیتوں کے حقوق سلب کئے جا رہے ہیں۔جس کے قائداعظم حامی نہ تھے آج اقلیتیں اپنی جان بچانے کے لئے ملک سے جا رہی ہیں مگر قائداعظم اس کے حامی نہ تھے۔ قومی اسمبلی نے قائداعظم کی اس تقریر کو آئین پاکستان کو حصہ قرار دینے کی قرارداد منظور تو کی ہے مگر اس پر عمل نہیں ہوا اور قائداعظم نے جو اصول ریاست اور شہری حقوق کے دئے تھے ہم ان اصولوں سے پیچھے ہٹ گئے ہیں۔اسی لئے پاکستان اس وقت مذہبی انتہا پسندی کی چکی میں پس رہا ہے۔قائداعظم تو مذہبی، مسلکی اختلافات مٹانے کی بات کرتے تھے مگر ہم تو دن بدن بٹتے ہی جا رہے ہیں ہم نے کبھی کسی مذہبی برادری کو دھکے مار کر اسلام سے باہر کر دیا اور کسی اقلیتی جماعت کو ہم نے دھکے مار کر قومی دھارے سے نکالا اور اب ان کو ملک سے بھی نکالنے میں مصروف ہیں۔قائداعظم کی 11 اگست 1947 میں پاکستان میں ہر شہری کو مذہبی آزادی دینے اور ریاستی کو کبھی بھی مذہبی نہ ہونے کی ہدایت تھی اور یہی قیام پاکستان کا ابتدائی اور اہم نقطہ تھا مگر ہم نے اس کو پس پشت ڈال دیا۔آج آزادی کے برسوں گزرنے کے بعد بھی پاکستانی معاشرہ اور پاکستانی معاشرہ کا امن قائداعظم کی 11 اگست کی تقریر کے مطابق پاکستان کی تعمیر کا منتظر ہے۔کاش کبھی ایسا بھی 11 اگست جو خواب قائد کی تعبیر والا 11 اگست ہو۔

***

کبوتر کے متعلق دلچسپ معلومات

پروفیسر
عبدالقدیر کوکب

کبوتر شیشے میں اپنے آپ کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ کبوتروں کو دور دراز کے علاقوں سے اپنے گھر جانے کا راستہ یاد ہوتا ہے۔کبوتر انسانوں کی نسبت با آسانی ہموار سطحوں کو تھری ڈی میں دیکھ سکتے ہیں۔کبوتر مختلف کبوتروں میں فرق سمجھنے اور پہچاننے کی صلاحیت رکھتے ہیں کبوتر ایک لمبے عرصے کے لئے مختلف تصاویر ذہن نشین کر سکتے ہیں۔کبوتر پیچیدہ ریسپانسز اور ترتیبیں سیکھ سکتے ہیں کبوتروں کی سُننے کی صلاحیت انسانوں سے بھی تیز ہے۔وہ انسانوں کی نسبت کہیں درجے کم فریکیئوئنسی کی آوازسُن سکتے ہیں۔کبوتر واحد پرندہ ہے جسے پانی نگلنے ک لئے اپنا سرنہیں اٹھانا پڑتا۔پانچ ہزار سال قبل یونانی قوم نے کبوتروں کا استعمال پیغام رسانی کے لیے شروع کیا۔کبوتروں کی اڑان کی برداشت ایک دن میں سوکلومیٹر کی رفتار سے پندرہ سو سے سترہ سوکلومیٹر ہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران پائلٹ اپنے ساتھ کبوتر لے کر جاتے تھے کہ کہیں اگر انھوں نے اپنا جہاز پھنسا لیا(یعنی تباہ ہونے سے بچ گیا یا تباہ ہونے کے بعد وہ بچ گئے) تو کبوتر کو مدد کے لیے بطور پیغام رساں استعمال کر سکیں اور اس طرح بہت سے پائلٹس نے اپنی زندگیاں بچائیں۔آج کے دور میں بھی کبوتر جنگی مقاصد کے تحت، فرانسیسی، سوئس،اسرائیلی،سوئیڈن اور چائنیز فوج کے استعمال میں ہیں۔کبوتر اور فاختہ میں بہت زیادہ مشابہت پائی جاتی ہے۔چھبیس میل کی دوری تک کبوتر با آسانی دیکھ سکتے ہیں۔پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا کبوتر سینکڑوں میل کی دوری سے ہواؤں کا شور تک سن سکتا ہے۔انیسویں صدی کے آغاز میں ایک کی اڑان کو بہت شہرت حاصل ہوئی تھی جسے افریقہ سے چھوڑا گیا اور وہ پچپن دن بعد برطانیہ پہنچ گیا اس کبوتر نے پچپن دنوں میں سات ہزار میل (قریبا ساڑھے گیارہ ہزار کلومیٹر) کا سفر طے کیا۔ایک عام کبوتر کی چونچ سے دم تک اوسطاً لمبائی تیرہ انچ ہوتی ہے۔ایک بالغ کبوتر کے قریباً دس ہزار پر ہوتے ہیں۔کبوتروں کی اوسطاً عمر تیس سال ہوتی ہے۔

کبوتر ایک سیکنڈ میں دس مرتبہ پر ہلا سکتا ہے اور اس کا دل ایک منٹ میں چھ سو بار دھڑکتا ہے۔اسلام کے علاوہ ہندو وازم،سکھ ازم اور بدھ مت میں بھی کبوتروں کو دانہ ڈالنا ثواب سمجھا جاتا ہے۔جب کھانا کھانے کی باری آئے اور اگر وہاں بہت سے کبوتر ہیں تو نر یا مادہ کبوتر جو بھی بچہ ملے اسے کھانا کھلا دیتے ہیں، چاہے وہ ان کا اپنا بچہ ہو یا نہ ہو۔آج تک کا سب سے مہنگا کبوتر دو لاکھ پچیس ہزار ڈالرز میں فروخت ہوا ہے۔پوری دنیا میں لاکھوں ڈالرز کے جوئے کے ساتھ کبوتروں کی پانچ بڑی ریسز ہوتی ہیں۔جنگ عظیم اوّل کے دوران ایک چرآمی (پیارا دوست) نامی کبوتر نے دشمن کی حدود پار کرتے ہوئے ایک پیغام پہنچا کر کئی فرانسیسی فوجیوں کی جان بچائی۔اس کبوتر کو سینے میں اور ٹانگ پہ گولی لگی اور اس ٹانگ میں گولی جس ٹانگ کے ساتھ پیغام بندھا ہوا تھا،اس ٹانگ سے بہت زیادہ گوشت اتر گیا تھا۔لیکن پھر بھی اس نے زہریلی گیسوں سے بچتے ہوئے پچیس منٹ تک پرواز جاری رکھی اور پیغام پہنچا دیا۔اس کبوتر کو امتیازی ایوارڈ سے نوازا گیا تھا۔

***

بدگمانی کا پیٹ بہت بڑا ہے

یہ مدمقابل کی سو سال کی اچھائیاں اور آپ کے ساتھ کی گئی نیکیاں پل بھر میں صفاچٹ کر جاتی ہے....دیمک سے گہرا اور زہر سے خطرناک اثر رکھتی ہے....بڑے سے بڑا رشتہ بھی بدگمانی کے سامنے ہیچ ہو جاتا ہے اس لئے کسی کے متعلق رائے قائم کرنے سے پہلے اس سے بدگمان ہونے سے پہلے پوری بات سمجھ لینی چاہیے ورنہ ایسی کاٹ پڑتی ہے کہ کوئی چیز جوڑ نہیں سکتی۔

***

اصلاح نفس کے چار اصول ہیں

مولانا منور احمد خورشید صاحب

1۔”مشارطہ“اپنے نفس کیساتھ”شرط“ لگانا کہ ”گناہ“نہیں کروں گا۔2۔”مراقبہ“کہ آیا"گناہ"تونہیں کیا۔3۔"محاسبہ" کہ اپنا حساب کرے کہ کتنے"گناہ" کیے اور کتنی"نیکیاں" کیں۔4۔مواخذہ“کہ"نفس"نے دن میں جو”نافرمانیاں“ کی ہیں اس کو ان کی”سزا“ دینا اور وہ سزا یہ ہے کہ اس پر”عبادت“ کا بوجھ ڈالے۔

(امام غزالی رحمہ اللہ علیہ۔احیاء علوم الدین)

1۔ہرصبح نفس کے ساتھ شرط لگائی جائے کہ آج دن بھر گناہ نہیں کروں گا۔

2۔دن بھر اپنی نگرانی رہے کہ گناہ نہ ہوجائے۔

3۔رات کو سونے سے پہلے تنہائی میں دن بھر کا جائزہ لیا جائے کہ کیا غلط ہوا اور کیا اچھا ہوا۔۔۔ابومسعود البدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:”جب آدمی اپنے گھروالوں پر ثواب کی نیت سے خرچ کرے تو یہ اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر(55) صحیح مسلم حدیث نمبر(1002)۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ایک دینار وہ ہے جس کو تم نے راہ خدا عزوجل میں خرچ کیا،اور ایک دینار وہ ہے جو تم نے کسی کو آزاد کرانے میں خرچ کیا،اور ایک دینار وہ ہے جو تم نے کسی مسکین پر خیرات کر دیا،اور ایک دینار وہ ہے جو تم نے اپنے بیوی بچوں پر خرچ کیا۔ان میں سب سے افضل دینار وہ ہے جو تم نے اپنے بیوی بچوں پر خرچ کیا۔ (صحیح مسلم)

4۔جو غلط تھا اس پر شرمندگی کے ساتھ استغفار کرلے اور جو اچھا کیا اس پر خوب اللہ تعالیٰ شکر کرے۔۔۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی اپنی اصلاح کرنے کی طرف متوجہ ہو جائیں صدق نیت و اخلاص قلبی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت رضاء وخوشنودی کو حاصل کرنے کی خاطر حقوق اللہ وحقوق العباد کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔آمین۔

شادی شدہ لوگ ضرور پڑھیں؟

عاصی صحرائی

ہمارے گھر کے قریب ایک بیکری ہے۔اکثر شام کے وقت کام سے واپسی پر میں وہاں سے صبح ناشتے کے لئے کچھ سامان لے کے گھر جاتا ہوں..آج جب سامان لے کے بیکری سے باہر نکل رہا تھا کہ ہمارے پڑوسی عرفان بھائی مل گئے...وہ بھی بیکری سے باہر آرہے تھے...میں نے سلام دعا کی اور پوچھا.کیا لے لیا عرفان بھائی؟" کہنے لگے.." کچھ نہیں حنیف بھائی! وہ چکن پیٹس تھے..اور جلیبیاں تھیں بیگم اور بچوں کے لئے" میں نے ہنستے ہوئے کہا..." کیوں..آج کیا بھابی نے کھانا نہیں پکایا" کہنے لگے.."نہیں نہیں حنیف بھائی! یہ بات نہیں ہے...دراصل آج دفتر میں شام کے وقت کچھ بھوک لگی تھی تو ساتھیوں نے چکن پیٹس اور جلیبیاں منگوائیں...میں نے وہاں کھائے تھے تو سوچا بیچاری گھر میں جو بیٹھی ہے وہ کہاں کھانے جائے گی..اس کے لئے بھی لے لوں...یہ تو مناسب نہ ہوا نہ کہ میں خود تو آفس میں جس چیز کا دل چاہے وہ کھالوں..اور بیوی بچوں سے کہوں کہ وہ جو گھر میں پکے صرف وہی کھائیں..." میں حیرت سے ان کا منہ تکنے لگا،کیوں کہ میں نے آج تک اس انداز سے نہ سوچا تھا..میں نے کہا.."اس میں حرج ہی کیا ہے عرفان بھائی! آپ اگر دفتر میں کچھ کھاتے ہیں تو...بھئی بھابھی اور بچوں کو گھر میں جس چیز کا دل ہوگا کھاتے ہوں گے" وہ کہنے لگے.."نہیں نہیں حنیف بھائی! وہ بیچاری تو اتنی سی چیز بھی ہوتی ہے میرے لئے الگ رکھتی ہے...یہاں تک کہ اڑوس پڑوس سے بھی اگر کسی کے گھر سے کوئی چیز آتی ہے تو اس میں سے پہلے میرا حصّہ رکھتی ہے..بعد میں بچوں کو دیتی ہے...اب یہ تو خودغرضی ہوئی نہ کہ میں وہاں دوستوں میں گل چھرے

اُڑاؤں..." میں نے حیرت سے کہا.." گلچھڑے اُڑاؤں... یہ چکن پیٹس... یہ جلیبیاں... یہ گل چھڑے اُڑانا ہے عرفان بھائی؟ اتنی معمولی سی چیزیں.." وہ کہنے لگے..." کچھ بھی ہے حنیف بھائی! مجھے تو ڈر لگتا ہے کہ آخرت میں کہیں میری اسی بات پر پکڑ نہ ہو کہ کسی کی بہن بیٹی بیاہ کے لائے تھے... خود دوستوں میں مزے کر رہے تھے اور وہ بیچاری گھر میں بیٹھی دال کھا رہی تھی..." میں حیرت سے انہیں دیکھتا رہا.. اور وہ بولے جا رہے تھے.." دیکھئے... ہم جو کسی کی بہن بیٹی بیاہ کے لاتے ہیں نا... وہ بھی ہماری طرح انسان ہوتی ہے.. اسے بھی بھوک لگتی ہے... اس کی بھی خواہشات ہوتی ہیں... اس کا بھی دل کرتا ہے طرح طرح کی چیزیں کھانے کا... پہنے اوڑھنے کا... گھومنے پھرنے کا... اسے گھر میں پرندوں کی طرح بند کر دینا... اور دو وقت کی روٹی دے کے اِترانا ... کہ بڑا تیر مارا... یہ انسانیت نہیں... یہ خود غرضی ہے... اور پھر ہم جیسا دوسرے کی بہن اور بیٹی کے ساتھ کرتے ہیں... وہی ہماری بہن اور بیٹی کے ساتھ ہوتا ہے" ان کے آخری جملے نے مجھے ہلا کے رکھ دیا... میں نے تو آج تک اس انداز سے سوچا ہی نہیں تھا.. میں نے کہا..." آفرین ہے عرفان بھائی! آپ نے مجھے سوچنے کا ایک نیا زاویہ دیا..." میں واپس پلٹا تو وہ بولے .." آپ کہاں جا رہے ہیں؟" میں نے کہا" آئسکریم لینے...... وہ آج دوپہر میں آفس میں آئسکریم کھائی تھی۔ (" کتاب چہرہ" سے اقتباس)

شادی کی تقریب میں جن آ گیا۔
جن کو دیکھتے ہی لڑکیوں کی چیخیں نکل گئیں۔
ایک بابا جی نے لڑکیوں کو وضو کرنے کو کہا۔
لڑکیاں وضو کر کے آئیں تو۔۔۔۔۔
جن کی چیخیں نکل گئیں

انسان کا سب سے پہلا اُستاد کون ہے؟

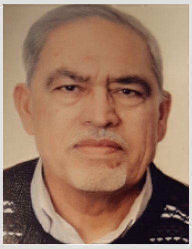

سید حسن خان

برخوردار جانتے ہو، مخلوق میں انسان کا سب سے پہلا استاد کون ہے؟ پھر خود ہی بولے" کوا" جس نے قابیل کو قبر کھودنا سکھایا۔ مگر انسان کتنا نالائق ہے کہ اس نے پرندے سے صرف موت کا سبق سیکھا جینے کا نہیں"۔ مجھے بہت حیرت ہوئی۔ بھلا یہ حقیر پرندے انسان کو جینا سکھا سکتے ہیں؟ یہ تو ایک مجبور اور حقیر سی مخلوق ہیں۔ اور کہاں اشرف المخلوقات۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے اور بولے۔" جھلیا... ایسے نہیں کہتے بی سوہنے نے کوئی چیز بیکار نہیں پیدا کی۔

پرندوں کی زندگی میں انسان کے لئے 6 سبق ہیں۔ ا۔ یہ کبھی بھیک نہیں مانگتے بی محنت اور جہد مسلسل سے اپنا اور بچوں کا پیٹ پالتے ہیں۔ ۲۔ یہ وقت کے بہت پابند ہوتے ہیں۔ ہم سے پہلے اٹھتے ہیں، وقت پر رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں اور وقت پر واپس اپنے گھر لوٹتے ہیں۔ ۳۔ پرندوں میں کمال حد تک اتحاد اور تنظیم کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ اکیلے اور بغیر کسی راہنما کے سفر بھی نہیں کرتے۔

4. تمہیں کوئی پرندہ ذخیرہ اندوزی کرتا نظر نہیں آئے گا۔ کیونکہ یہ حریص نہیں ہوتے۔ ۵۔ اور سب سے بڑھ کر یہ صابر اور توکل کرنے والی مخلوق ہے۔ جسکی کی گواہی پیارے نبیؐ نے بھی دی۔ فرمایا۔" جنت میں ایک ایسا گروہ داخل ہوگا جسکے دل پرندوں جیسے ہوں گے) یعنی صبر اور توکل کرنے والے"۔

6. آخری بات یہ کہ پکھیرو مستقل ایک جگہ یا مقام کے قیدی ہو کر نہیں رہتے۔ کسی جگہ کو جاگیر نہیں بناتے بلکہ جہاں رزق اور سازگار ماحول مل جائے وہیں ڈیرہ ڈال لیتے ہیں۔ (منقول)

***

فٹنس اور جوانی پانے کے 9 راز

(ادارہ)

مغلیہ دور کے فٹنس اور جوانی کے 9 راز اور قارئین کی پسندیدگی اور اپنے مشاہدات کا اظہار!

مغلیہ دور کے 9 راز اور قارئین کے انکشافات:

ا۔ایک خاتون نے لکھا کہ میرے نانا 87 سال کے فوت ہوئے، نہ کمر جھکی، نہ جوڑوں میں درد، نہ سردرد، نہ دانت ختم، ایک بار باتوں باتوں میں بتانے لگے کہ مجھے ایک سیانے نے مشورہ دیا تھا اس وقت جب میں کلکتہ میں ریلوے لائن پر پتھر ڈالنے کی نوکری کر رہا تھا کہ سوتے وقت اپنے پاؤں کے تلوؤں پر تیل لگالیا کریں بس یہی عمل میری شفاء اور فٹنس کا ذریعہ ہے۔

۲۔ایک سٹوڈنٹ نے بتایا کہ میری والدہ اسی طرح تیل لگانے کی تاکید کرتی ہیں پھر خود بتایا کہ بچپن میں میری یعنی والدہ کی نظر کمزور ہوگئی تھی جب یہ عمل مسلسل کیا تو میری نظر آہستہ آہستہ بالکل مکمل اور صحت مند ہوگئی۔

۳۔ایک صاحب جو کہ تاجر ہیں نے لکھا میں چترال میں سیر وتفریح کرنے گیا ہوا تھا وہاں ایک ہوٹل میں سویا مجھے نیند نہیں آ رہی تھی میں نے باہر گھومنا شروع کر دیا باہر بیٹھا رات کا وقت بوڑھا چوکیدار مجھے کہنے لگا کیا بات ہے؟ میں نے کہا نیند نہیں آ رہی! مسکرا کر کہنے لگا آپ کے پاس کوئی تیل ہے میں نے کہا نہیں وہ گیا اور تیل لایا اور کہا اپنے پاؤں کے تلوؤں پر چند منٹ مالش کریں بس پھر کیا تھا میں خراٹے لینے لگا اب میں نے معمول بنا لیا ہے۔

۳۔میں نے رات کو سونے سے پہلے پاؤں کے تلوؤں پر تیل کی مالش کا یہ ٹوٹکہ آزمایا اس سے نیند بہت اچھی آتی ہے اور تھکاوٹ ختم ہوجاتی ہے۔

۴۔ مجھے معدے کا مسئلہ تھا پاؤں کو تلوؤں پر تیل کی مالش سے 2 دن میں ہی میرا معدے کا مسئلہ ٹھیک ہوگیا۔

۵۔واقعی! اس عمل میں جادو جیسا اثر ہے میں نے رات کو سونے سے پہلے پاؤں کے تلوؤں پر تیل کی مالش کی اس عمل کی وجہ سے مجھے بہت پر سکون نیند آئی۔

۶۔میں یہ ٹوٹکہ تقریباً پچھلے 15 سال سے کر رہی ہوں مجھے اس سے بہت پرسکون نیند آتی ہے میں اپنے چھوٹے بچوں کے پاؤں کے تلوؤں پر بھی تیل سے مالش کرتی ہوں اس سے وہ بہت خوش ہوتے ہیں اور صحت مند رہتے ہیں۔

۷۔میرے پاؤں میں درد رہتا تھا میں نے روزانہ زیتون کے تیل سے رات کو سونے سے پہلے 2 منٹ پاؤں کے تلوؤں کی مالش کرنا شروع کر دی اس عمل سے میرے پاؤں کا درد ختم ہوگیا۔

۸۔میرے پاؤں میں ہمیشہ سوزش رہتی تھی جب چلتی تھی تو تھکن سے چور ہوجاتی تھے میں نے رات کو سونے سے پہلے پاؤں کے تلوؤں پر تیل کی مالش کا یہ عمل شروع کیا صرف 2 دنوں میں میرے پاؤں کی سوزش دور ہو گئی۔۱۰۔رات کو سونے سے پہلے پاؤں کے تلوؤں پر تیل کی مالش کا ٹوٹکہ دیکھ کر اسے کرنا شروع کر دیا اس سے مجھے بہت سکون کی نیند آتی ہے۔

۹۔زبردست کمال کی چیز ہے۔پرسکون نیند کیلئے نیند کی گولیوں سے بہتر کام کرتا ہے یہ ٹوٹکہ۔میں اب روزانہ رات کو پاؤں کے تلوؤں پر تیل کی مالش کر کے سوتی ہوں۔

۱۰۔میرے دادا حضور کے تلوؤں میں بہت گرماہٹ وجلن اور سر میں درد رہتا تھا جب سے انہوں نے لوکی کا تیل تلوؤں میں لگانا شروع کیا تکلیف سرے سے دور ہوگئی۔

۱۱۔میں تھائیرائیڈ کی مریضہ تھی میرے ٹانگوں میں ہر وقت درد رہتا تھا پچھلے سال مجھے کسی نے رات کو سونے سے پہلے پاؤں کے تلوؤں پر تیل کی مالش کا یہ ٹوٹکہ بتایا میں مستقل کر رہی ہوں اب میں عموماً پرسکون رہتی ہوں۔

۱۲۔ میرے پاؤں سن ہو رہے تھے میں چار دن سے رات کو سونے سے پہلے پاؤں کے تلووں پر تیل سے مالش کر رہا ہوں بہت زیادہ فرق ہے۔

۱۳۔ بارہ تیرہ سال پہلے مجھے بواسیر تھی، میرا دوست مجھے ایک حکیم صاحب کے پاس لے گیا جن کی عمر 90 سال تھی انہوں نے مجھے دوا کے ساتھ ساتھ رات کو سونے سے پہلے پاؤں کے تلووں پر انگلیوں کے درمیان، ناخنوں پر اور اسی طرح ہاتھوں کی ہتھیلیوں، انگلیوں، کے درمیان اور ناخنوں پر تیل کی مالش کرنے کا مشورہ دیا اور کہا ناف میں چار پانچ قطرے تیل کے ڈال کر سونا ہے میں نے حکیم صاحب کے اس مشورے پر عمل کرنا شروع کر دیا اس سے میرے خونی بواسیر میں کافی حد تک آرام آ گیا اس ٹوٹکے سے میرا قبض کا مسئلہ بھی حل ہو گیا میرے جسم کی تھکاوٹ بھی دور ہو جاتی ہے اور پرسکون نیند آتی ہے اور بقول حضرت حکیم صاحب دامہٗ برکاتہم کے ناک کے اندر سرسوں کا تیل لگا کر سونے سے خراٹے آنے بند ہو جاتے ہیں۔

۱۴۔ پاؤں کے تلووں پر تیل کی مالش کا یہ ٹوٹکہ میرا آزمودہ ہے۔

۱۵۔ پاؤں کے تلووں پر تیل کی مالش کرنے سے مجھے بہت پرسکون نیند آئی۔

۱۶۔ میرے پاؤں اور گھٹنوں میں درد رہتا تھا۔ جب سے پاؤں کے تلووں پر تیل کی مالش کا ٹوٹکہ پڑھا اب میں یہ روزانہ کرتا ہوں اس سے مجھے پرسکون نیند آتی ہے۔

۱۷۔ مجھے کمر میں بہت درد تھا جب سے میں نے رات کو سونے سے پہلے پاؤں کے تلووں پر تیل کی مالش کا یہ ٹوٹکہ استعمال کرنا شروع کیا ہے کمر کا درد کم ہو گیا ہے اور اللہ پاک کا شکر ہے بہت اچھی نیند آتی ہے۔

وہ مغلیہ راز درج ذیل ہے:

وہ راز بالکل آسان نہایت مختصر، ہر جگہ اور ہر شخص کے لئے کرنا بہت آسان۔ کوئی سا بھی تیل سرسوں یا زیتون وغیرہ پاؤں کے تلووں اور پورے پاؤں پر لگائیں خاص طور پر تلووں پر تین منٹ تک دائیں پاؤں کے تلوے اور تین منٹ بائیں پاؤں کے تلوے پر رات کو سوتے وقت مالش کرنا کبھی نہ بھولیں، اور بچوں کی بھی اسی طرح مالش ضرور کریں ساری زندگی کا معمول بنا لیں پھر قدرت کا کمال دیکھیں آپ ساری زندگی سر میں کنگھی کرتے ہیں جوتے صاف کرتے ہیں، تو سوتے وقت پاؤں کے تلووں پر تیل کیوں نہیں لگاتے۔

عبقری سے کاپی شدہ:

قدیم چینی طریقہ علاج کے مطابق بھی پاؤں کے نیچے 100 کے قریب Acupressure Points (ایکوپریشر پوائنٹ) ہوتے ہیں۔ جن کو دبانے اور مساج کرنے سے بھی انسانی اعضاء صحت یاب ہوتے ہیں۔ اس کو Foot Reflexogy کہا جاتا ہے۔ پوری دنیا میں پاؤں کی مساج تھراپی سے علاج کیا جاتا ہے۔

اقامہ:

پاکستان کے ایک چڑیا گھر میں ایک شیر بہت پریشان ہو گیا کیونکہ اسے روزانہ کا صرف ایک سیر گوشت دیا جاتا تھا اور مزید طلب کرنے پر اسے کہہ دیا جاتا تھا کہ مہنگائی بہت ہے۔ اتنے سے ہی کام چلاؤ۔ جب پاکستان اور دبئی کے درمیان جانوروں کے انتقال کا منصوبہ فائنل ہو گیا تو اس شیر کو دبئی ٹرانسفر کرنے کے لیے منتخب کر لیا گیا۔ وہ شیر سمجھا کہ میری دعائیں قبول ہو گئیں ہیں۔ اب صاف ستھرا زو، اے سی اور پیٹ بھر کھانا ملے گا۔ دبئی پہنچنے کے بعد پہلے دن اسے ایک انتہائی خوبصورت اور مہارت سے سیلڈ تھیلا ملا۔

شیر بہت خوش ہوا اور جلدی سے تھیلا کھول دیا۔ تو اس میں صرف چند کیلے تھے۔ شیر بہت حیران ہوا۔ پھر اس نے سوچا کہ شاید غلطی سے یہ تھیلا میرے پاس آ گیا ہو تو اس نے کیلے کھائے پانی پیا اور اللہ کا شکر ادا کر کے سو گیا۔ اگلے دن پھر وہی بات ہوئی۔ کھانے کا تھیلا کھولنے پر اندر سے کیلے نکلے شیر کا دماغ کھول گیا۔ اس ڈیلوری بوائے پر انتہائی غصہ آ گیا۔ بولنے لگا کل آ لینے دو اس ڈیلوری بوائے سے نمٹ لوں گا۔ اگلے دن پھر ڈیلوری بوائے آیا تو شیر نے اسے روک لیا۔ اور اس کے سامنے پیکٹ کھولا۔ اندر سے پھر کیلے نکلے۔ شیر نے ڈیلوری بوائے کو بہت غصے سے کہا تم ایسے کام کرتے ہو تمہیں پتہ ہی نہیں کہ شیر کیا کھاتا ہے۔ روز غلط کیلوں کا پیکٹ دے جاتے ہو۔ تمہیں پتہ نہیں کہ میں شیر ہوں جنگل کا بادشاہ ہوں، اور جنگل کا بادشاہ گوشت کھاتا ہے۔ ڈیلوری بوائے نے بہت اطمینان سے اس کی ساری بات سنی اور بہت نرم اور پرسکون لہجے میں بولا۔

''سر میں جانتا ہوں کہ آپ جنگل کے بادشاہ ہیں لیکن معذرت کے ساتھ کہ یہاں آپ بندر کے اُقامہ پر آئے ہیں''۔ ھیں جی۔!!

***

اپنی بیوی کے اپنے بارے میں تاثرات جاننے کا آسان طریق

بازار سے ایک پیٹی اناروں کی خرید کرلائیے، پیٹی کو کچن میں رکھ کر خاموشی اختیار کیجیئے: درج ذیل چار صورتیں آپ کے ساتھ پیش آ سکتی ہیں۔ یا پھر ایک پانچویں صورت بھی ہوسکتی ہے مگر اس کا چانس ذرا کم ہی ہے۔

پہلی صورت

شام کو آپ کو ایک بڑی پلیٹ میں اناروں کے نکلے ہوئے دانے ملیں گے، ساتھ میں کھانے کیلئے ایک چمچ بھی ہوگا۔یعنی دو یا تین اناروں کے دانے محنت کے ساتھ نکال کر اہتمام کے ساتھ پیش کیئے گئے۔ یہ والی آپ سے محبت کرتی ہے، اس کا خیال رکھا کیجیے۔

دوسری صورت

آپ کو فقط ایک انار کے نکالے ہوئے دانے پلیٹ میں پیش کیئے جاتے ہیں۔ جان لیجیئے کہ یہ والی بیوی آپ کا احترام کرتی ہے اور آپ کی خدمت اپنے آپ پر عائد ایک واجب سمجھتے ہوئے کرتی ہے۔ یا آپ کی خدمت کر کے بس ثواب کمارہی ہے۔

تیسری صورت

اسے غور سے پڑھیئے۔آپ کی بیوی انار اُٹھا کر آپ کے پاس لاتی ہے اور اسے چھیلنا شروع کرتی ہے۔ اس سے محتاط رہیئے۔ یہ آپ کو دکھانا چاہتی ہے کہ وہ کیسے آپ کیلئے جان مارتی اور محنت کرتی ہے۔ اور اس کا وجود آپ کیلئے کتنا فائدہ مند ہے۔ اور اسے اس کی محنتوں کا مناسب معاوضہ ملتا رہنا چاہیئے۔ یہ آپ کی زندگی میں راحت سے رہنا چاہتی ہے، اسے وقتا فوقتا پیسوں کا مکھن لگاتے رہا کیجیے۔ ہاں اسے انار چھیلتے ہوئے اگر آپ اپنی آنکھوں سے ایسے بھی دیکھ لیتے ہیں کہ اس کے ہاتھوں انار کے دانے نکالتے وقت ادھر اُدھر اُڑ اور بکھر رہے تھے تو بس جان لیجیئے کہ یہ والی بیوی کی تشریح سے نکل کر حاکمیت کی تفسیر کی طرف گامزن ہے۔

چوتھی صورت

آپ کی بیوی پلیٹ میں رکھ کر ایک انار اور چھری لاتی ہے۔ ارادی طور پر چمچ نہیں لائی تھی آپ کو چھیلنے کا کہہ کر چمچ لینے جاتی ہے اور کانی آنکھ سے دیکھ بھی لیتی ہے کہ آپ نے انار چھیلنا شروع کیا ہے یا نہیں۔ایسی بیوی کے ہوتے ہوئے جان لیجیئے کہ آپ کی منجی آج نہیں تو کل صحن میں، چھت پر یا بیٹھک میں منتقل ہونے والی ہے۔ مسئلہ بس وقت کا ہے، یا آپ بوڑھے ہوئے یا آپ کی اولاد جوان ہوئی اور آپ صحن، چھت یا بیٹھک بدر۔

پانچویں صورت

یہ اپنے طرز کی نادر صورتحال ہے، اور مجھے تو یہ پتہ بھی چل رہا کہ اگر آپ کے ساتھ پیش آجاتی ہے تو آپ کو نصیحت کیا کروں؟ چلیئے لگے ہاتھوں سُن ہی لیجیئے کہ: آپ نے ہفتہ بھر تک اناروں کی کوئی سُن گُن نا ملنے پر کچن میں جھانکا یا فریج کھول کر دیکھا تو پتہ چلا کہ آپ کی زوجہ محترمہ اور اس کے بچوں نے اناروں کو کئی دن پہلے ہی کھا پی کر ہضم بھی کر لیا تھا۔ایسی صورت میں: اللہ آپ کی حالت پر رحم فرمائے بس۔ نامعلوم مظلوم مگر تجربے کار شوہر کی ڈائری سے۔

استاد: پاکستان میں امن کیوں نہیں قائم ہوتا ہے
پپو: ہمارا جھنڈا ہی الٹا ہے
استاد: کیا مطلب؟
پپو: سفید رنگ امن کا ہوتا ہے اور سبز رنگ قوم کا
امن کو تو ڈنڈا دیا ہوا ہے اگر یہی ڈنڈا قوم کو
دیا ہوتا تو آج امن ہوتا

شکر گزار بندے بنیئے

رانا عبدالوحید خان

بادشاہ وقت نے اپنے وزیر خاص سے پوچھا:

یہ میرے نوکر مجھ سے زیادہ کیسے خوش باش پھرتے ہیں جبکہ ان کے پاس کچھ نہیں اور میرے پاس کی کسی چیز کی نہیں۔

وزیر نے کہا: بادشاہ سلامت، اپنے کسی خادم پر قانون نمبر ننانوے کا استعمال کر کے دیکھیئے۔ بادشاہ نے پوچھا: اچھا، یہ قانون نمبر ننانوے کیا ہوتا ہے؟ وزیر نے کہا: بادشاہ سلامت، ایک صراحی میں ننانوے درہم ڈال کر، صراحی پر لکھیئے اس میں تمہارے لیئے سو درہم ہدیہ ہے، رات کو کسی خادم کے گھر کے دروازے کے سامنے رکھ کر دروازہ کھٹکھٹا کر اِدھر اُدھر چھپ جایئے اور تماشہ دیکھ لیجیئے۔ بادشاہ نے، جیسے وزیر نے سمجھایا تھا، ویسے کیا، صراحی رکھنے والے نے دروازہ کھٹکھٹایا اور چھپ کر تماشہ دیکھنا شروع کر دیا۔ اندر سے خادم نکلا، صراحی اٹھائی اور گھر چلا گیا۔ درہم گنے تو ننانوے نکلے، جبکہ صراحی پر لکھا سو درہم تھا۔ سوچا: یقیناً ایک درہم کہیں باہر گرا پڑا ہوگا۔ خادم اور اس کے سارے گھر والے باہر نکلے اور درہم کی تلاش شروع کر دی۔ ان کی ساری رات اسی تلاش میں گزر گئی۔ خادم کا غصہ دیدنی تھا، کچھ رات صبر اور باقی کی رات بک بک اور جھک جھک میں گزری۔ خادم نے اپنے بیوی بچوں کو سست بھی کہا کیونکہ وہ درہم تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے۔ دوسرے دن یہ ملازم محل میں کام کرنے کیلئے گیا تو اس کا مزاج مکدر، آنکھوں سے جگراتے، کام سے جھنجھلاہٹ، شکل پر افسردگی عیاں تھی۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ ننانوے کا قانون کیا ہوا کرتا ہے۔ لوگ ان ننانوے نعمتوں کو بھول جاتے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی ہوتی ہیں۔ اور ساری زندگی اس ایک نعمت کے حصول میں سرگرداں رہ کر گزار دیتے ہیں جو انہیں نہیں ملی ہوتی۔

اور یہ والی رہ گئی نعمت بھی اللہ کی کسی حکمت سے وجہ سے رُکی ہوئی ہوتی ہے جسے عطا کر دینا اللہ کیلئے بڑا کام نہیں ہوا کرتا۔ لوگ اپنی اسی ایک مفقود نعمت کیلئے سرگرداں رہ کر اپنے پاس موجود ننانوے نعمتوں کی لذتوں سے محروم مزاجوں کو مکدر کر کے جیتے ہیں۔ اپنی ننانوے مل چکی نعمتوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا احسان مانیئے اور ان سے مستفید ہو کر شکر گزار بندے بن کر رہیئے۔ اللہ پاک ہمیں اپنے شکر گزار بندے بنا دے۔ آمین۔

انشاہ اللہ ایسا جلد ہوگا۔خواب

جوزف: ہیلو مارک۔ کل تم آفس نہیں آئے تھے؟ خیریت؟

مارک: ہاں یار۔ میں پاکستانی ایمبیسی گیا تھا۔ ویزہ لینے۔

جوزف: اچھا واقعی؟ پھر کیا ہوا؟ میں نے سنا ہے آجکل انہوں نے بہت سختیاں کر دی ہیں۔

مارک: ہاں۔ لیکن میں نے پھر بھی کسی نہ کسی طرح لے ہی لیا۔

جوزف: بہت اچھے یار۔ مبارک ہو۔ یہ بتاؤ کہ ویزہ پراسیس میں کتنا وقت لگا؟

مارک: بس کچھ مت پوچھو یار۔ تقریباً مہینہ بھر لگ گیا۔ پہلی بار جب میں پاکستان ایمبیسی گیا تھا تو صبح ساڑھے چار بجے وہاں پہنچا۔ پھر بھی مجھ سے پہلے 10 لوگ کھڑے تھے۔ لمبی قطار۔ اور ہاں مجھ سے کچھ آگے بل گیٹ بھی اپنا پاسپورٹ اور بنک سٹیٹمنٹ ہاتھ میں لیے لائن میں کھڑا تھا۔

جوزف: اچھا۔ بل گیٹ کو ویزہ مل گیا۔

مارک: نہیں۔ انہوں نے خطرہ ظاہر کیا ہے کہ بل گیٹ پاکستان جانے کے بعد وہاں سلپ ہو جائے گا اور امریکہ واپس نہیں آئے گا۔

جوزف: یار۔ پاکستانی ایمبسی کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ اسلام آباد میں ہماری امریکن ایمبیسی تو پاکستانیوں کو ایک گھنٹے میں ویزہ دے دیتی ہے۔ پھر یہ کیوں ایسا کرتے ہیں؟

مارک: ارے یار۔ تمھیں تو پتہ ہے پاکستان اس وقت دنیا کی سپر پاور ہے۔ اسکا ویزہ لینا گویا مریخ کا ویزہ لینے کے برابر ہے۔ اور پھر قصور ہمارا امریکیوں کا بھی ہے۔ ہم بھی وہاں وزٹ ویزہ پر جا کر واپس نہیں آتے نا۔

جوزف: اچھا یہ بتاؤ۔ تمھیں ویزہ کیسے مل گیا؟

مارک: میں نے وہاں کی مشہور فرم "پھالیہ شوگر ملز لمٹیڈ" سے بزنس وزٹ کا انویٹیشن منگوایا تھا۔ بس اسی بنیاد پر کام بن گیا۔

جوزف: ایک بار پھر مبارک ہو۔ یہ بتاؤ کب جا رہے ہو پاکستان؟

مارک: جیسے ہی ٹکٹ ملا۔ دراصل میں نے دنیا کی مشہور ترین اور اعلی کلاس کی ایئر لائن میں ٹکٹ کے لیے درخواست دی ہے۔ میرا بچپن سے

خواب تھا کہ کسی دن پاکستان انٹرنیشنل ایرلائنز PIA میں سفر کرسکوں۔اگر ٹکٹ مل گیا تو میرا دیرینہ خواب پورا ہوجائے گا۔

جوزف: پاکستان میں کتنا عرصہ رُکو گے؟

مارک: کتنا عرصہ؟ کیا مطلب؟ مجھے کسی پاگل کتے نے کاٹا ہے جو پاکستان چھوڑ کر واپس امریکہ آنے کی سوچوں گا۔حقیقت یہ ہے کہ میں نے انٹرنیٹ پر چیٹ کے ذریعے پاکستان کے دوسرے بڑے شہر لاہور کے مضافات میں ایک صحت افزامقام''کامونکی'' کی ایک لڑکی سیٹ کرلی ہے۔ میں اس سے شادی کر کے گرین پاسپورٹ اپلائی کردوں گا اور وہیں سیٹ ہوجاؤں گا۔

جوزف: یار تم بہت خوش قسمت ہو۔لیکن تمھارے ماں باپ کا کیا ہوگا۔

مارک: پاکستانی گرین پاسپورٹ مل جانے کے بعد میں ماما۔پاپا کو بھی وہیں بلالوں گا۔

جوزف: کس شہر میں رہنا پسند کرو گے؟

مارک: کامونکی والی لڑکی نے مجھے کہا ہے کہ پنجاب سٹیٹ صحت و صفائی کے اعلیٰ معیار کی وجہ سے ویسے تو دنیا میں پہلے نمبر پر ہے۔لیکن ہم کراچی سیٹل ہوں گے۔وہاں آپرچیونٹیز بہت ہیں۔پتہ ہے نا کراچی اس وقت دنیا میں ٹریڈ اور ٹیکنالوجی کے لحاظ سے اول نمبر کا شہر ہے اور وہاں کا 660 منزلہ حبیب بنک پلازہ دیکھنا بھی میری زندگی کی بہت بڑی خواہش ہے۔سنا ہے اسکی اوپر کی 200 منزلیں بادلوں میں ڈھکی رہتی ہیں۔ واؤؤؤؤؤؤؤؤؤؤؤؤوواٹ آ ڈریم یار۔

جوزف:: اچھا یہ بتاؤ اپنے ساتھ کتنے ڈالرز لے کر جاؤ گے؟

مارک: ڈالرز؟ وہاں کون پوچھتا ہے۔تمھیں پتہ ہے ایک پاک روپے کے مقابلے میں آجکل 210 ڈالرز بنتے ہیں۔یعنی میری اگر وہاں 10 ہزار پاکستانی بھی تنخواہ نکل آئی تو امریکہ میں چند مہینوں میں لاکھپتی بن جاؤں گا۔

مارک: میں نے سنا ہے پاکستان کا لائف سٹینڈرڈ بہت اعلیٰ ہے۔

مارک: ہاں۔ایسے ہی ہے۔وہاں پر BMW لکژری کار 25 ہزار پاک روپے میں، جبکہ مرسڈیز 32 ہزار میں مل جاتی ہے۔لیکن مین تو سوزوکی یا چنگچی لوں گا۔خالصتاً پاکستانی میڈ آٹوز ہیں۔کچھ مہنگی ہیں لیکن بہت اعلی کلاس کی ہیں۔البتہ کراچی میں فلیٹ بہت مہنگے ہیں۔اور کوئی بھی بلڈنگ 100 فلور سے کم تو ہے ہی نہیں۔انسان ہر وقت خود کو فضاؤں میں اُڑتا محسوس کرتا ہے۔

جوزف: اچھا یہ بتاؤ کہ وہاں کام کیا کرو گے۔

مارک: میں نے معلومات کی ہیں۔وہاں پر آئی ٹی میں بہت سکوپ ہے۔لیکن تم تو جانتے ہو وہ ہمارے ملک کے تعلیمی معیار کو اپنے برابر نہیں سمجھتے اس لیے مجھے شروع میں وہاں کسی کسان کے''گدھے'' وغیرہ نہلانے پڑیں گے۔یا پھر ہوسکتا ہے کسی مشہور پارک کے دروازے پر''جوتے پالش'' کا کھوکھا ہی کھول لوں۔کچھ نہ ہوا تو ٹیکسی کا لائسنس کرلوں گا۔امریکہ سے تو پھر بھی کئی گنا بہتر کمالوں گا۔اور ہاں اگر میں وہاں کا گرین پاسپورٹ ہولڈر ہو گیا تو پھر ساری زندگی حکومت مجھے بیروزگاری الاؤنس اور میڈیکل سہولیات فری فراہم کرے گی۔اور گرین پاسپورٹ کی بنا پر مجھے دنیا کے 80 فیصد ممالک میں بغیر ویزے کے وزٹ کرنے کی سہولت مل جائے گی۔

جوزف: بہت خوب۔یہ بتاؤ۔تمھیں انکی زبان کیسے آئے گی؟ مارک: اوہ بھائی۔میں پچھلے 10 سال سے اردو لینگوئج سیکھ رہا ہوں۔کالج میں آپشنل سبجیکٹ بھی اردو ہی لیا تھا۔اور ہاں میں نے TOUFL بھی A گریڈ میں پاس کیا ہے۔

مارک: یہ TOUFL کیا ہے؟

مارک: Test Of Urdu as a Foreign Language

جوزف: تم بہت خوش قسمت ہو یار۔کاش میں تمھاری جگہ ہوتا۔سنا ہے وہاں پر ٹرین سسٹم بہت اچھا ہے۔

مارک: ہاں۔کراچی سے لاہور اور وہاں سے پشاور اور کوئٹہ کے لیے دنیا کی تیز ترین اور آرام دہ ترین ٹرین''تیز گام'' چلتی ہے۔اس میں سفر کا بھی اپنا ہی مزہ ہے۔اور لاہور میں ہی دنیا کا مشہور فلم سٹوڈیو لالی وڈ بھی ہے۔جہاں پر میں دنیا کے عظیم اداکاروں سلطان راہی، شفقت چیمہ اور ریما کے مجسمے دیکھوں گا۔سنا ہے آجکل انکے بچے بھی فلم انڈسٹری میں ہیں۔اور راولپنڈی میں دنیا کی سب سے بڑی اور گہری جھیل''راول ڈیم'' بھی ہے۔اس میں بوٹنگ کرنا بھی مجھے ہمیشہ سے ہی خواب لگتا ہے۔لیکن اب یہ خواب بھی حقیقت بن جائے گا۔

جوزف: سنا ہے ہمارا صدر اگلے مہینہ امداد لینے پاکستان بھی جائے گا؟

مارک: ہاں۔ایسا ہی ہے۔اور قرضے بھی ری۔شیڈول کروانے ہیں۔ پچھلے دنوں پاکستان کے محکمہ نسواریات کا منسٹر پختون خان، وہائٹ ہاؤس آیا تھا تو 10 لاکھ روپے کا ڈونیشن تو صرف یہاں چلنے والے ایک منشیات کے ادارے کو دے گیا تھا تا کہ ہماری نوجوان نسل کو زیادہ سے زیادہ منشیات با آسانی مہیا ہوسکیں۔

جوزف: اچھا تمھیں یاد ہے ہمارا پرائمری سکول کا کلاس فیلو' پیٹر'۔ وہ بھی تو کہیں پاکستان میں سیٹ ہے۔

مارک: ہاں۔وہ کوئٹہ کے قریب ایک وادی''پوستان''میں سیٹ ہے۔ سنا ہے پوست کے کھیت سے پوست اکٹھی کرنے کا کام ہے اسکا۔ایک ہی سیزن میں اتنا کما لیتا ہے کہ باقی 6ماہ بیٹھ کر کھاتا رہتا ہے۔عیش ہے اسکی تو۔

جوزف: یار میں بھی پاکستانی ویزہ کے لیے اپلائی کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے کچھ انسٹرکشن تو دو؟

مارک: پاکستانی ایمبیسی میں ہمیشہ شلوار قمیض پہن کر جانا۔وہ لوگ اپنے قومی لباس کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور کوشش کرنا کہ ویزہ کی درخواست انگریزی کی بجائے اردو میں پُر کرنا۔اس سے بھی اچھا تاثر ملے گا۔اور ایمبیسی میں داخل ہوتے ہی''السلام علیکم۔جناب کیا حال ہے؟'' کہنا مت بھولنا۔اس سے پتہ چلے گا کہ آپ کتنے مہذب ہو۔

جوزف: تھینک یو یار۔

مارک: تھینک یو نہیں شکریہ۔اب میں پاکستانی ویزہ ہولڈر ہوں۔ اب پاکستان میں مذہبی تعصب نام کو نہیں۔لوگ انسانیت سے محبت کرتے ہیں۔علمائے سُو کو رد کر دیا گیا ہے۔دقیانوسیت کو جڑ سے نکال پھینکا ہے۔ سب لوگ عدل و انصاف سے چلتے ہیں۔اُخوت کا راج ہے۔محبت اور اخلاق کا بول بالا ہے۔کوئی فرقہ پرستی نہیں۔روٹی کپڑا اور مکان ہر انسان کو مل رہا ہے۔اولڈ ہوم ہیں۔فلاحی ادارے ہیں۔مزدور طلباء سب دوسروں کے حقوق کے لئے کوشاں ہیں۔ملاوٹ اور رشوت سے پاک معاشرہ جنت نظیر ہے۔عدلیہ بیوروکریٹس،فوج،پولیس سب اپنے فرائض کے امین ہیں۔ تعلیم اور صحت کا بہت ہی خوبصورت نظام ہے۔ہر کوئی اپنی آمد پر دیانتداری سے ٹیکس ادا کرتا ہے۔اور وطن سے محبت کا داعی ہے۔

وحشی لوگ اور معصوم لڑکیاں

جب انسان کوئی ایسا جرم کرتا ہے جس سے انسانیت کی رُوح کانپ جاتی ہے تو وہ اس مجرم کو اتنی سخت سزا دینے کا مطالبہ کرتا ہے جس سے ہمارے انسانی حقوق پر یقین کمزور پڑ جاتا ہے۔اور تو اور ہم سعودی عرب جیسے ملک کی مثال دیتے ہوئے اس بات کی مانگ کرنے لگتے ہیں کہ ایسے وحشی انسان کا سر قلم کر دیا جائے یا اس کو سرِ عام کوڑے لگائے جائیں۔میرا اپنا تجربہ بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور ہم بھی ان ہی لوگوں کی طرح سخت سزا کی مانگ کی حمایت کرتے ہیں۔ایسی دل دہلا دینے والی خبروں کو سننے کے بعد میرا ضمیر بھی جاگ اُٹھتا ہے اور ان لوگوں کی طرح اس بات کا مطالبہ کرنے لگتا ہے کہ اس مجرم کو یا تو مار ڈالا جائے یا اسے سخت سے سخت سزا دی جائے۔تاہم برطانیہ میں رہتے ہوئے انسانی حقوق کے حمایتی کے طور پر اپنے جذبات اور ایسی سوچ کا گلا گھونٹنا پڑتا ہے۔اس کے علاوہ اس بات کا بھی احساس ہوتا ہے کہ آخر کیوں ایسے جرائم ہوئے اور ان لوگوں کا پسِ منظر کیا ہے۔پچھلے دنوں برطانیہ کی ایک عدالت نے 18 ایسے مرد اور عورتوں کو سزا سنائی جنھوں نے کم عمر لڑکیوں کے ساتھ منشیات اور شراب دے کر جنسی تعلقات قائم کئے تھے۔ان میں زیادہ تر لوگوں کے نام مسلمانوں والے ہیں اور یہ برطانیہ کے مشہور شہر نیو کاسل سے تعلق رکھتے ہیں۔زیادہ تر لڑکیوں کی عمر کم تھی جن میں کئی 14 سال اور اس بھی کم عمر کی تھیں۔

2011 میں پولیس کو ایسی شکایت ملی جس میں یہ اطلاع دی گئی کہ مردوں کا ایک گروپ جن کا تعلق ہندوستان، پاکستان، عراق، ایران اور ترکی سے ہے اور جن کی پیدائش برطانیہ میں ہوئی ہے اس طرح کے جرائم کر رہے ہیں۔پولیس کو اس شکایت کو جاننے اور ان لوگوں کو گرفتار کرنے میں تین سال کا وقت لگا۔فی الحال تین لوگوں کو اس جرم میں جیل ہوئی ہے جبکہ باقی لوگوں کو ابھی فیصلہ سنانا باقی ہے۔پولیس کی کارروائی میں اس بات کا بھی انکشاف ہوا ہے کہ پولیس نے ان مجرموں تک پہنچنے اور سچّائی جاننے کے لئے ایک ایسے سزا یافتہ مجرم کا سہارا لیا جو ایک بچّے کی عصمت

دری میں ملوث تھا۔ پولیس ان لوگوں تک پہنچنے کے لئے اس آدمی کو 16310000 ونڈ کی رقم بھی ادا کی۔ یہ وحشی لوگ اپنی ایک انگریز لڑکی دوست کے ذریعہ ان معصوم اور کم عمر لڑکیوں تک پہنچتے تھے۔ پہلے یہ لوگ ایک پارٹی کا اہتمام کرتے تھے اور پھر ان لڑکیوں کو شراب اور نشیلی منشیات کے لئے آمادہ کرتے تھے۔ ظاہری بات ہے یہ معصوم لڑکیاں ایسے حالات کی ستائی ہوئی ہوتی ہوں گی جن کے والدین یا تو گھریلو جھگڑے سے دوچار ہوں گے یا آزاد ماحول کا فائدہ اٹھا کر ان درندوں کے چنگل میں پھنس گئی ہوں گی۔ یہ درندے پہلے تو ان لڑکیوں کو نشیلی منشیات یا شراب فراہم کرتے اور جب وہ اپنے ہوش وحواس کھو دیتی تو پھر ان معصوم لڑکیوں کو جنسی ہوس کا نشانہ بنایا جاتا۔

یہ معصوم لڑکیاں منشیات اور شراب کی عادت اور لالچ میں آکر ان وحشیوں سے بار بار ملنے جاتیں جہاں یہ درندے اپنی جنسی پیاس کو بجھاتے جس کا شاید ان معصوم لڑکیوں کو اس وقت علم بھی نہ ہوتا تھا۔ پولیس کو شمالی برطانیہ میں لگ بھگ 703 ممکنہ شکایتیں موصول ہوئی ہیں۔ پولیس نے اب تک اس معاملے میں 461 لوگوں کو گرفتار کیا ہے۔ لیکن پولیس کا کہنا ہے کہ یہ ایک سنگین معاملہ ہے اور ایسے لوگ پورے ملک میں معصوم لڑکیوں کو منشیات اور شراب کا لالچ دے کر اپنی ہوس کا شکار بنا رہے ہیں۔ پولیس کا کہنا ہے کہ اس کیس کے مجرموں کو پکڑنا اتنا آسان نہیں ہے کیونکہ اس میں ملوث لڑکیاں یا تو اپنے بیتی ہوئے کل اور غلطی کو دہرانا یا اس کا اظہار کرنے میں شرمندگی محسوس کرتی ہیں۔ جس سے بہت سارے مجرموں تک پہنچنے میں پولیس کو دشواری ہو رہی ہے۔ ایک لڑکی نے پولیس کو جب اپنی کہانی سنائی تو پولیس کو مجرم تک پہنچنے میں کافی وقت لگا۔ کیونکہ پولیس کو مجرموں کو کورٹ لے جانے کے لئے ثبوت کی ضرورت تھی جس کے لئے پولیس ہر کیس کی ہوشیاری سے تفتیش کرتی ہے۔ 2014 میں جب اس لڑکی نے پولیس سے جنسی زیادتی کی شکایت کی اور عبدل مینوئی کا نام بتایا تو پولیس نے اس لڑکی کو شہر کے کئی مقامات کی سیر کرائی تاکہ پولیس جان سکے کہ کس علاقے میں عبدل مینوئی رہائش پزیر تھا۔ اس کے علاوہ اس بات کو بھی پولیس جاننا چاہتی تھی کہ وہ کون سے مقامات تھے جہاں یہ وحشی مرد پارٹیاں کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی لڑکیوں نے اسی طرح کے شکایت کی اور پولیس کو اپنے بیان میں بتایا کہ چند ایشیائی مردوں نے انہیں شراب اور منشیات فراہم کر کے ان کے ساتھ زبردستی کی اور جب وہ اپنی پیاس بجھا لیتے تو انہیں رقم بھی ادا کرتے۔ ان لڑکیوں نے یہ بھی بیان دیا کہ یہ وحشی مرد ان کے ساتھ جنسی زیادتی کے بعد تشدد بھی کرتے تھے۔ ان درندوں کے بارے میں نہ تو میرا کوئی تفصیل لکھنے کو جی چاہ رہا ہے اور نہ ہی ان کے متعلق کوئی بات کرنے کا ارادہ ہے۔ لیکن پھر بھی ہم ان درندوں کا نام آپ کو ضرور بتائے گے۔ ان وحشیوں کے نام محمد اعظم، جہانگیر زماں، نصیرالدین، سیفل اسلام، محمد حسن علی، یاسر حسین، عبدل صابے، حبیب الرحیم، بدرالحسین، محیب الرحمٰن، عبدالحمید مینوئی، منجور چودھری، پربھات نیلی، عیسیٰ موسوی، تحرول عالم، ندیم اسلم اور ردوان صدیقی ہیں۔ ان میں زیادہ تر مسلم ناموں کو پڑھ کر ہر کسی کے ذہن میں پہلا سوال یہی آئے گا کہ 'ایشیائی مسلم لوگ' وحشی ہوتے ہیں۔ تبھی تو ان وحشیوں نے معصوم گوری رنگت والی لڑکیوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا۔ اور یہ سچ بھی ہے کیونکہ جب یہ خبر اخباروں کی سرخیوں میں آئی اور ٹیلی ویژن پر دکھائی جانے لگی تو کچھ پل کہ لئے یہی محسوس ہوا کہ ہمارا سر صرف جھک نہیں گیا بلکہ راہ چلتے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ہر انگریز کی نگاہ میں ہم گنہگار ہیں۔ یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ برطانیہ ایک تہذیب یافتہ اور رواداری والا ملک ہے جس سے یہاں کے لوگوں میں پل بھر کے لئے غصّہ تو آتا ہے لیکن وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کام کے لئے پوری مسلم کمیونٹی یا ایشیائی لوگوں کو بدنام کرنا درست نہیں ہے۔ ٹیلی ویژن پر البتہ اس مسئلے پر بحث ضرور ہوتی رہی ہے۔ جس میں سیاستداں، دانشور طبقہ اور ماہرین اس بات پر بحث کرتے رہے ہیں کہ سماج میں ایسی برائی کو ختم کرنے اور روکنے کے لئے کس طرح ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اس کا حل تلاش کیا جائے۔ نیوکاسل شہر میں جن نام نہاد مسلمانوں اور غیر مسلموں نے اپنی جنسی پیاس کو بجھانے کے لئے ان معصوم اور گوری رنگت والی لڑکیوں کو نشانہ بنایا انہیں ہمارا مذہب اور سماج بھی کبھی معاف نہیں کرے گا۔ ہم یہی چاہیں گے کہ عدالت ایسے وحشیوں کو سخت سے سخت سزائیں دے تاکہ آئندہ ہمارے سماج میں کسی معصوم لڑکی کے ساتھ زیادتی نہ ہو۔

اختر شیرانی۔رومانیت کو نئے معنی دینے والا شاعر

عبدالحفیظ ظفر

اردو شاعری کی تاریخ میں بہت سے ایسے شعرا ملیں گے جنہیں رومانوی شاعری کی وجہ سے بہت شہرت ملی۔ بہت سے شعرا ایسے بھی ہیں جنہوں نے صرف رومانوی شاعری ہی نہیں کی بلکہ وہ حقیقت پسندی کو بھی ساتھ لے کر چلتے رہے۔اردو میں جس شاعر کو باقاعدہ ''شاعرِ رومان'' کا خطاب ملا وہ تھے اختر شیرانی۔اختر شیرانی چار مئی 1905ء کو راجستھان (بھارت) کے علاقے ٹونک میں پیدا ہوئے۔ان کا اصل نام محمد داؤد خان تھا۔ان کے والد حافظ محمود شیرانی بہت بڑے عالم اور اعلیٰ درجے کے استاد تھے۔حافظ شیرانی نے 1921ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں پڑھانا شروع کیا۔پھر وہ اورینٹل کالج چلے گئے۔جوانی میں داؤد خان لاہور منتقل ہو گئے اور پھر تمام عمر یہاں رہے۔

انہوں نے 1921ء میں منشی فاضل کیا اور پھر 1922ء میں ادیب فاضل کی ڈگری حاصل کی۔ان کے والد کی یہ شدید خواہش تھی کہ وہ اپنی تعلیم جاری رکھیں لیکن اختر شیرانی نے اپنے والد کی خواہش پوری نہ کی اور کل وقتی شاعر بن گئے۔اس میدان میں انہوں نے جس استاد کا انتخاب کیا ان کا بھی کوئی ثانی نہیں تھا۔ان کا نام تھا مولانا تاجور نجیب آبادی۔تاجور نجیب آبادی کا نام ادبی حلقوں میں بڑے احترام سے لیا جاتا تھا اور وہ ادبی جرائد شائع کرتے تھے۔اختر شیرانی اختراع پسند تھے اور انہوں نے اردو شاعری میں نئے رجحانات متعارف کروائے۔چھوٹی عمر ہی میں انہوں نے متاثر کن شاعری کی۔ان کے شعری مجموعوں میں ''اختر ستان، نگارشاتِ اختر، لالہ طور، طیورِ آوارہ، نغمہ حرم، صبحِ بہار اور شہناز'' شامل ہیں۔

1929ء سے لے کر 1939ء تک وہ کچھ ادبی جرائد کے مدیر رہے جن میں انتخاب، بہارستان، خیالستان، اور رومان'' شامل ہیں۔ انہوں نے مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ظفر علی خان کے اخبارات ''زمیندار'' اور ''ہمدرد'' کے لیے کالم بھی لکھے۔اختر شیرانی نے کئی نئے ادیبوں کو جرائد کے ذریعے متعارف کرایا جن میں احمد ندیم قاسمی اور قدرت اللہ شہاب بھی شامل ہیں۔قدرت اللہ شہاب کا پہلا افسانہ ''چندروتی'' اختر شیرانی کے جریدے ''رومان'' میں شائع ہوا۔نثر اور شاعری میں ان کے نو مجموعے شائع ہوئے، تراجم اور افسانے اس کے علاوہ ہیں۔ادبی اور تاریخی موضوعات پر ان کے مضامین لاتعداد ہیں۔ان کے بیٹے پروفیسر مظہر محمود شیرانی نے ان کی حیات پر ایک کتاب تحریر کی تھی جس کا عنوان'' کہاں سے لائیں انہیں'' تھا۔ڈاکٹر یونس حسنی نے بھی اختر شیرانی کی زندگی پر ایک کتاب لکھی تھی۔اختر شیرانی کی شاعری میں جوانی اپنی مکمل رعنائیوں کے ساتھ ملتی ہے، بالکل جیسے انگریزی شاعر شیلے، کیٹس اور بائرن کے ہاں رومانس اپنی پوری لطافت اور نفاست کے ساتھ ملتا ہے۔

وہ شعر کو خوشبو کی طرح اپنے اندر سموتے تھے۔وہ بڑی آسانی سے قارئین کے دلوں کو مسحور کر لیتے تھے۔بعض اوقات یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کی شاعری وجد آفریں ہے۔تاہم ان کی شاعری کا محور محض عورت کی جسمانی خوبصورتی نہیں۔عورت ان کے نزدیک ہر روپ میں خوبصورت ہے۔اسی طرح اختر شیرانی جس طرح فطرت کو بیان کرتے ہیں ہمیں ورڈز ورتھ یاد آجاتا ہے۔لیکن ان میں اور ورڈز ورتھ میں ایک فرق ہے۔اختر شیرانی فطرت کی تمام اشیا کو عورت کی خوبصورتی سے جوڑ دیتے ہیں۔اردو شاعری میں انہوں نے جو اثرات چھوڑے ہیں انہیں کسی بھی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔اردو کے کئی ممتاز شاعروں نے ان سے استفادہ کیا۔یہاں ایک بات کا تذکرہ ضروری ہے۔اردو کے دو شاعر ایسے ہیں جنہوں نے باقاعدہ محبوبہ کا نام لے کر شاعری کی۔ایک تھے اختر شیرانی اور دوسرے مصطفی زیدی۔اختر شیرانی کی محبوبہ کا نام سلمیٰ اور مصطفی زیدی کی محبوبہ کا نام شہناز تھا۔اردو کی رومانوی شاعری میں یہ ایک انوکھا تجربہ تھا۔بہرحال اس نئے رجحان کو بھی بہت پسند کیا گیا۔لیکن یہ بھی ایک

حقیقت ہے کہ بعد میں آنے والے کسی بھی رومانوی شاعر نے اس رجحان کو آگے نہیں بڑھایا۔ اصل میں ساٹھ کی دہائی میں جب جدید غزل لکھی جانے لگی تو اس کا اسلوب بھی بدل گیا اور موضوعات بھی۔ اب غزل میں جدید طرز احساس نے جگہ لے لی۔ اس طرح رومانوی شاعری کا پرانا تصور بھی تبدیل ہوگیا۔ اب ذیل میں اختر شیرانی کے کچھ اشعار قارئین کی نذر کرتے ہیں۔ محبت کی دنیا میں مسحور کردوں مرے سادہ دل تجھ کو مغرور کردوں مجھے زندگی دور رکھتی ہے تجھ سے جو تو پاس ہو تو اسے دور کردوں چاک دامن کی قسم، چاک گریباں کی قسم ہنسنے والے تجھے اس حال پریشاں کی قسم اگر وہ اپنے حسین چہرے کو بھول کر بے نقاب کردے تو ذرے کو مہتاب اور مہتاب کو آفتاب کردے اے دل وہ عاشقی کے فسانے کدھر گئے وہ عمر کیا ہوئی وہ زمانے کدھر گئے ہر ایک جلوہ رنگیں مری نگاہ میں ہے غم فراق کی دنیا دلِ تباہ میں ہے کام آسکیں نہ اپنی وفائیں تو کیا کریں اس بے وفا کو بھول نہ جائیں تو کیا کریں کچھ تو تنہائی کی راتوں کا سہارا ہوتا تم نہ ہوتے نہ سہی ذکر تمہارا ہوتا ان کی مشہور زمانہ نظم ''اے عشق ہمیں برباد نہ کر'' کا ایک بند ملاحظہ فرمائیں اے عشق نہ چھیڑ آ آ کے ہمیں، بھولے ہوؤں کو یاد نہ کر پہلے ہی بہت ناشاد ہیں ہم، تو اور ہمیں ناشاد نہ کر قسمت کا ستم بھی کم نہیں کچھ، یہ تازہ ستم ایجاد نہ کر یوں ظلم نہ کر بیداد نہ کر اے عشق ہمیں برباد نہ کر اختر شیرانی نے اپنی 43 سالہ زندگی میں بہت غم والم کا سامنا کیا۔ ان کا جوان بیٹا جاوید محمود چل بسا، پھر ان کے قریبی دوست مرزا شجاع خان نے خودکشی کرلی، ان کے داماد نذیر الدین شیرانی ایک حادثے میں جاں بحق ہوگئے۔ وہ جس عورت سے محبت کرتے تھے اس نے انہیں قبول نہ کیا۔ ان تمام دکھوں کے باعث وہ کثرت سے بادہ نوشی کرنے لگے اور پھر نومبر 1948ء کو ان کا انتقال ہوگیا۔

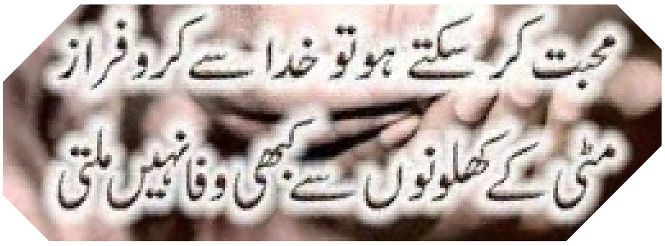

ورزش کے پانچ حیران کن فوائد۔رابرٹ ڈیوس

(ترجمہ: رضوان عطا)

ایسی خبریں آتی رہتی ہیں کہ سائنس دان ایک ایسی گولی بنانے میں کامیاب ہونے والے ہیں جس سے بغیر حرکت کیے ورزش جیسے فوائد حاصل ہوں گے۔ تاہم سچ یہ ہے کہ کوئی دوا یا سپلیمنٹ وہ فوائد نہیں دے سکتا جو ورزش سے مل سکتے ہیں۔ شاید ایسی دوا کبھی بھی نہ تیار ہو سکے۔ ہم اکثر سنتے رہتے ہیں کہ باقاعدگی سے ورزش دل کی صحت بہتر بناتی ہے اور پٹھوں کو مضبوط کرتی ہے۔ البتہ اس سے معیار زندگی کئی طرح سے بلند ہوتا ہے۔ ورزش کے پانچ فوائد ایسے ہیں جو شاید آپ کو حیران کردیں۔ اچھی نیند: امریکی تنظیم نیشنل سلیپ فاؤنڈیشن کے ایک جائزے سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ ''ورزش نیند کے لیے اچھی ہے۔'' ایک ہزار افراد پر مشتمل اس جائزے سے معلوم ہوا کہ جو افراد بھرپور ورزش کرتے ہیں ان کی نیند کا معیار بہترین ہوتا ہے۔ جائزے سے یہ بھی پتا چلا کہ جو افراد ورزش نہیں کرتے ان کی نسبت ورزش کرنے والوں کو گزشتہ دو ہفتوں کے دوران نیند نہ آنے یا رات کے وقت چلنے کی شکایت نہیں ہوئی۔ ورزش اور نیند کے درمیان تعلق پر ہونے والی 66 تحقیقات اس امر کی تائید کرتی ہیں۔ ان سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ نیند کے آغاز، عرصے اور معیار کے لیے باقاعدگی سے ورزش نیند کی ادویات یا کرداری تھراپی (behavioral therapy) جتنی مفید ہے۔

محققین اس کی وجہ معلوم نہیں کر پائے لیکن ان کا اندازہ ہے کہ جسمانی سرگرمی جسم کے درجہ حرارت، نظام انہضام، دل کی دھڑکن اور تشویش کی سطح پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ چونکہ ورزش سے ہمارا جسم چاک وچوبند ہوتا ہے اس لیے عام طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے کہ شام کے وقت ورزش کرنے سے نیند خراب ہوتی ہے۔ لیکن نوجوانوں کے ساتھ ساتھ عمر رسیدہ افراد پر ہونے والی تحقیق سے اس امر کی تصدیق نہیں ہوسکی۔ بلاشبہ ہر انسان مختلف ہے اس لیے ممکن ہے رات کے وقت ورزش سے کچھ کو سونے میں مشکل ہوتی ہو لیکن یہ جاننے کے لیے ایک بار خود تجربہ کرنا

پڑے گا۔زکام کم ہونا:شاید ورزش کے کسی شوقین نے آپ کے سامنے دعویٰ کیا ہو کہ وہ بیمار نہیں ہوتا۔ بظاہر یہ جھوٹا لگتا ہے لیکن اس میں سائنسی سچ بھی موجود ہے۔متعدد تحقیقات سے یہ پتا چلا ہے کہ باقاعدگی سے ورزش زکام (cold) کے امکان کو کم کردیتی ہے۔مثال کے طور پر ایک ہزار بالغوں پر تین ماہ تک کی جانے والی تحقیق سے معلوم ہوا کہ جو افراد ہفتے میں پانچ روز ایروبک ایکسرسائز کرتے ہیں ان میں یہ ورزش نہ کرنے والوں کی نسبت زکام کا امکان نصف ہوتا ہے۔نیز جب ورزش کرنے والوں کو زکام ہوتا ہے تو اس کی شدت کم ہوتی ہے۔جانوروں اور انسانوں دونوں پر ہونے والی تحقیق بتاتی ہے کہ زکام نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ورزش سے مدافعتی نظام مضبوط ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ شدید جسمانی سرگرمی دباؤ پیدا کرنے والے ہارمونز (stress hormones) کورٹیسول اور ایڈرینالین کو حدود میں رکھتی ہے جس سے مدافعتی نظام کی کارکردگی بہتر ہوجاتی ہے۔

صحت مند آنکھیں

جب بہتر نظر اور ورزش کے تعلق کی بات کی جاتی ہے تو خیال یہی آتا ہے کہ آنکھوں کی کسی ورزش کا ذکر ہو رہا ہے۔لیکن یہاں یہ بات نہیں ہو رہی۔آپ کو اپنی آنکھوں کی بجائے اپنی ٹانگوں کو حرکت دینے کی ضرورت ہے۔تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جسمانی سرگرمی سے نظر کی کمزوری کا خطرہ کم ہوجاتا ہے۔

مثال کے طور پر 50 ہزار دوڑ لگانے والوں اور چہل قدمی کرنے والوں کا جائزہ لیا گیا۔ پتا یہ چلا کہ جو زیادہ شدت کے ساتھ ورزش کرتے ہیں ان میں نظر کی کمزوری کے امکانات ہلکی پھلکی ورزش کرنے والوں کی نسبت 42 فیصد تک کم ہوجاتے ہیں۔اسی طرح کی ایک اور تحقیق میں عمر کے بڑھنے کے ساتھ پٹھوں میں ہونے والی کمزوری کے بارے میں جاننے کے لیے 42 ہزار دوڑ لگانے والوں کا جائزہ لیا گیا۔نظر کی کمزوری میں پٹھوں کی کمزوری کا بہت عمل دخل ہوتا ہے۔تحقیق سے معلوم ہوا کہ جو جتنا دوڑتا ہے اس میں اس مسئلے کا شکار ہونے کا امکان اتنا کم ہوتا ہے۔ ایک اور تحقیق چار ہزار افراد پر 15 ہزار سال تک ہوتی رہی جس سے پتا چلا کہ جو افراد جسمانی طور پر متحرک رہتے ہیں ان میں نظر کی کمزوری کے امکانات کم ہوتے ہیں۔

بہتر قوت سماعت: شاید آپ پہلی بار جان رہے ہوں کہ سماعت کو ورزش سے فائدہ پہنچتا ہے۔68 ہزار نرسوں کا 20 سال تک جائزہ لیا گیا اور معلوم یہ ہوا کہ کم از کم ہفتے میں دو گھنٹے چہل قدمی کرنے والیوں میں سماعت کی کمی کا امکان کم ہوگیا۔بعض دیگر تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ اچھی فٹنس ہو تو سماعت میں خرابی کا مسئلہ بھی کم ہوتا ہے۔ورزش سے کان کے اندرونی حصوں میں خون کی گردش بہتر ہوتی ہے جو قوت سماعت کے لیے مفید ہے۔ورزش سے ذیابیطس اور دل کے امراض کم ہوتے ہیں۔ یہ امراض قوت سماعت کو متاثر کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ بلاشبہ ورزش کے دوران زوردار موسیقی سے کانوں پر برا اثر پڑتا ہے۔

باتھ روم کا بہتر استعمال

مناسب اور متوازن ورزش سے غیرارادی طور پر پیشاب نکلنے کے مسئلے پر قابو پایا جاسکتا ہے۔اس بارے میں عمر رسیدہ نرسز پر تحقیق کی گئی جس سے اس امر کی تصدیق ہوئی۔ پیشاب سے متعلق مسائل درمیانی عمر اور بڑھاپے میں زیادہ ہوتے ہیں لیکن ورزش کی مدد سے ان سے بچا جا سکتا ہے۔ تحقیق کے مطابق نیکٹوریا (nocturia) جیسی بیماری ورزش کرنے سے کم ہوتی ہے یا زیادہ شدید نہیں ہوتی۔عورتوں اور مردوں میں قبض ایک عام مرض ہے لیکن ورزش کافی حد تک اس مسئلے کو حل کرتی ہے۔62 ہزار عورتوں پر ہونے والی ایک تحقیق سے معلوم ہوا کہ روزانہ کی بنیاد پر ورزش کرنے والی عورتوں میں ایسا نہ کرنے والوں کی نسبت قبض کا امکان نصف تھا۔